اہل سنت و جماعت کا ترجمان

ماہنامہ پیغامِ شریعت دہلی

اپریل
APRIL 2019

عالم اسلام کو جشن معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبارک ہو

نیوزی لینڈ کے نمازیوں پر تاریخ کی بدترین بربریت

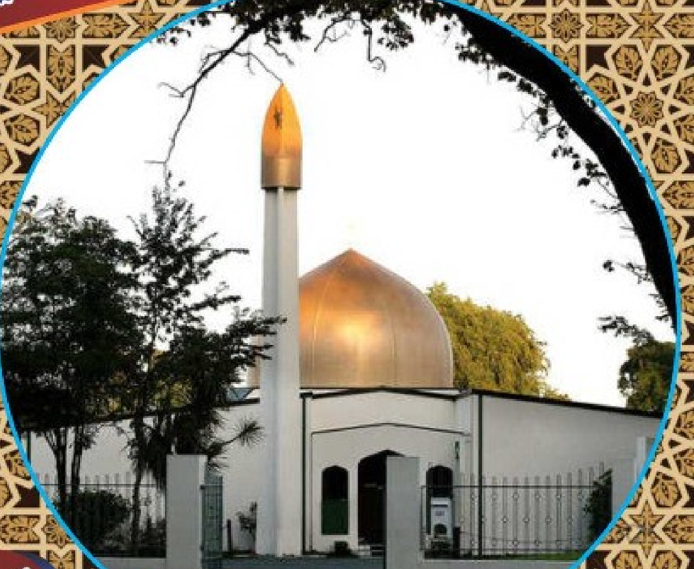

محمود غزنوی اور سومناتھ: حقیقت یا افسانہ؟

تقویۃ الایمان کی عبارتیں اور تکفیر فقہی

علما و مشائخ اور سیاست و حکومت

آسٹریا کورٹ کا فیصلہ: توہین رسالت آزادئ اظہار رائے نہیں

₹15

علمائے کرام اور معاشیات

اپریل فول کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت وجماعت کا ترجمان

ماہنامہ

پیغام شریعت دہلی

PAIGAM E SHARIAT

Monthly

رجب المرجب وشعبان المعظم ۱۴۴۰ھ | جلد: ۵ | شمارہ: ۳۷ | April-2019

مدیر اعلیٰ

مولانا فیضان المصطفیٰ قادری

مدیر : طارق انور مصباحی
9916371192

معاون مدیر: ازہار احمد امجدی ازہری

آفس انچارج : حافظ محمد کمیل امجدی
8090753792

پبلیشر: حافظ محمد کمیل امجدی (دہلی)

مجلس ادارت

- ڈاکٹر سجاد عالم رضوی کلکتہ
- ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ممبئی
- مولانا کوثر امام قادری
- ڈاکٹر امجد رضا امجد پٹنہ
- مولانا سید شہباز اصدق چشتی: سہسرام
- مولانا حسان المصطفیٰ قادری: گھوسی
- مولانا فیضان سرور مصباحی: اورنگ آباد

مجلس مشاورت

- مفتی قمر الحسن بستوی امریکہ
- ڈاکٹر غلام زرقانی قادری
- مولانا نظام الدین مصباحی بولٹن
- مفتی رحمت علی مصباحی تیغی کلکتہ
- ڈاکٹر شفیق اجمل بنارس
- مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی
- مولانا ابو ہریرہ رضوی: مبارکپور

ایک شمارہ کی قیمت 15 روپے، سالانہ زر تعاون 150 روپے، بیرون ممالک کے لئے 40 ڈالر خلیجی

طابع، ناشر، مالک محمد قاسم نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس 3636 کٹڑا دینا بیگ، لال کنواں، دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "پیغام شریعت" 442، سیکنڈ فلور، گلی سروتے والی مٹیا محل جامع مسجد دہلی-6 سے شائع کیا۔

ترسیل وزر کا پتہ

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی

مکہ پبلیشر دہلی

گلی سروتے والی مکان نمبر ۴۴۲، دوسری منزل، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔ ۶

آفس کا فون نمبر: Ph: 011-23260749, Mob: 9911062519

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No. 442, 2nd Floor, Gali Sarotey Wali,
Matia Mahal Jama Masjid Delhi-110006
Mob: 9911062519, 011-23260749
Email: paighameshariat@gmail.com
Indian Bank, A/c. Name: Paighameshariat
A/c. No. 6409744750, IFSC Code IDIB000J033

فہرست مضامین

شمار	مضامین	مقالہ نگار	صفحہ
۱	اداریہ	مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)	5
۲	اپریل فول کیا ہے؟	مولانا عبدالمالک رضوی (جمشید پور)	10
۳	علمائے کرام اور معاشیات	مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)	12
۴	ہندوستانی علما و مشائخ اور سیاست و حکومت	طارق انور مصباحی (کیرلا)	16
۵	ہندوستانی سیاست اور مسلمان	مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی (دہلی)	22
۶	معراج رات میں کیوں ہوئی؟	مولانا نوید اختر قادری (سری لنکا)	25
۷	محمود غزنوی اور سومناتھ: حقیقت یا افسانہ؟	مولانا محمد شاہد علی مصباحی (جالون)	27
۸	آسٹریا کے کورٹ کا فیصلہ	مولانا محمد ہاشم رضا امجدی (گھوسی)	36
۹	اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی	طارق انور مصباحی (کیرلا)	39
۱۰	اشاریہ: ماہنامہ پیغام شریعت ۲۰۱۶ء	مولانا شفق فیضی (کلکتہ)	49

﴿نوٹ﴾

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

پارلیمانی انتخابات مسلمانوں کے لیے لمحہ فکر وعمل

تحریر: مفتی فیضان المصطفٰی قادری (ہیوسٹن: امریکہ)

اللہ تعالیٰ تمام عالم اسلام کو جشن معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسنات وبرکات سے حصہ وافرہ عطا فرمائے (آمین)

ماہنامہ پیغام شریعت ۲۰۱۸ء کے آخری تین شماروں پر مشتمل مجموعہ حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دینی علوم پر مشتمل مصنف اعظم نمبر کے عنوان سے شائع ہوا، اس کے بعد رینیول میں تاخیر کے سبب گزشتہ تین شمارے شائع نہ ہوسکے، اب تین ماہ کے گیپ کے بعد رسالہ حاضر خدمت ہے، اس دوران ملکی اور عالمی حالات نے کئی کروٹیں لی ہیں، ہندوستان کے طول وعرض میں سیاسی گہما گہمی ہے۔

اب جب کہ پارلیمانی انتخابات چند قدم دور ہیں، اقتدار کے بھوکے اپنے شکار کی تلاش میں نکل چکے ہیں اور قوم بھی کسی کا شکار بننے سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ کس کے دانت نسبتاً کم تیز ہیں، پلوامہ کا واقعہ جو ایک قومی سانحہ ہے بازارِ سیاست میں ہاٹ کیک کے طور پر لیا گیا جس کے نتیجہ میں سرحدوں پر گرما گرمی اور جنگ کے آثار نظر آئے اور خیر سے حالات کنٹرول میں آگئے، اب اس کے بعد ملک کا مستقبل کیا ہوگا یہ ملک کے عوام طے کریں گے۔ سیاسی طالع آزماؤں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے، یہی وہ وقت ہے جہاں جمہور کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے جب ملک کا ہر عام شہری رعیت کی بجائے King Maker یعنی ''بادشاہ گر'' ہوتا ہے۔

گزشتہ پانچ سالوں میں ملک کے حالات جس قدر خراب ہوئے، اور امن عامہ کی صورتِ حال جس قدر متاثر ہوئی ہے گزشتہ ستر سالوں میں ایسا نہ ہوا۔ مذہبی نسلی قبائلی بنیادوں پر جس قدر نفرت کا ماحول فروغ پایا ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی، ان حالات میں ملک کے تمام شہریوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے علاقے کے حالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مناسب فیصلے کریں اور نفرت کے سوداگروں کو ان کے گھر واپس کریں۔ اقتدار کے پجاری اقتدار پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے کوئی بھی راہ اختیار کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ترقی اور اچھے دن کے نام پر ایوان تک پہنچنے والوں کے سارے وعدے اور نعرے جب دھوکے کی ٹٹی ثابت ہوئے تو اب ہندو مسلم اور مسجد مندر کی سیاست کے سوا کیا باقی رہ گیا، اس نام پر ہندو قوم کو اکٹھا کرنے کا کھیل گزشتہ دو سال سے جاری ہے، اور اس راہ پر وہ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں۔

دوسری طرف مسلمانانِ ہند نے گزشتہ پانچ سالوں کے دوران جس قدر صبر وشکیب کا مظاہرہ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ گائے کے نام پر انسانوں کا خون کیا گیا، اقلیتی طبقے کو خوف ودہشت کے سائے میں رکھنے کی کوشش کی گئی، تین طلاق کے عنوان سے مسلم پرسنل لا میں منظّم انداز میں مداخلت کی گئی، مختلف مذہبی اور نسلی امتیازات کی بنا پر ظلم وبربریت کا مظاہرہ کیا گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ آئندہ حالات کیا رخ اختیار کریں گے؟ لیکن اتنا طے ہے کہ یہ انتخابات ہندوستان کے مستقبل کے لیے فیصلہ کن ہوں گے۔

آزادی کے بعد سے ہر قسم کے اتار چڑھاؤ دیکھنے کو ملے مگر نفرت وعصبیت پر مشتمل سیاست کا آغاز ہندو انتہا پسند تنظیموں کے سیاست میں آنے سے ہوا، موجودہ حکومت گزشتہ انتخابات میں اپنے کیے گئے وعدے میں مکمل طور پر ناکام ہونے کے بعد اب اپنی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے، اس کے لیے اچھی بات یہ ہے کہ اس کے مقابل کوئی مضبوط سیاسی جماعت نہیں ہے اور کوئی ایسا سیاسی قائد ابھر کر سامنے نہیں آرہا ہے جس کے اندر وہ تمام صلاحیت یکجا مل جائیں جو ایک کامیاب لیڈر میں ہونی چاہئیں۔ گزشتہ تیس سالوں سے ان تنظیموں نے ہندو مسلم اور مندر مسجد کا قضیہ چھیڑا، جس کے نتیجہ میں مٹھی بھر شدت پسند ہندوؤں کو ہی جمع کر سکے اور اکثریت ساتھ نہ آسکی تو گزشتہ انتخابات میں ترقی اور اچھے دن کے

خوب صورت عنوان سے لوگوں کی حمایت وصول کی، اوراب جب کہ ترقی اوراچھے دن کے کچھ اثرات نہ دکھا سکے تو وہی پرانی راہ اختیار کیے بنا چارہ نہیں، چنانچہ پھر مسجد مندر ایشو کو دوبارہ گرم کیا گیا اور ہندوؤں کو نفرت وعصبیت کے نام پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

پانچ سال کی مدت میں ملک کے طول وعرض میں جو نفرتوں کا بازار گرم ہوا ہے اس کی حرارتیں ہر سطح پر محسوس کی جاسکتی ہیں، اگر اس سیاست کو نکیل نہ لگائی گئی تو آنے والے سالوں میں ملک کی امن وسلامتی کی صورت حال بہت زیادہ خراب ہوسکتی ہے۔

ایسی صورت حال میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے یہ بہت مشکل سوال ہے، بڑے بڑے مدبرین اس کا جواب دے سکتے ہیں، لیکن ہم اس قدر کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اپنا حق رائے دہی استعمال کرنا نہ بھولیں ایک آزاد جمہوری ریاست میں Right to vote ''یعنی حق رائے دہی'' سب سے اہم ترین حق ہے جو اس کے ہر شہری کو حاصل ہوتا ہے، جس کی قدر دانی ضروری ہے، کس جماعت کو ووٹ دیں یہ الگ بحث ہے کسی علاقائی پارٹی کو ہی ووٹ دیدیں یا جس کو مناسب سمجھیں لیکن حق رائے دہی ضائع نہ کریں یہ اہم بات ہے، اگر ''ووٹر لسٹ'' میں نام درج نہ ہو تو کوشش کر کے درج کرانا چاہیے، کیوں کہ انتہا پسندوں کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو جس طرح ممکن ہو اور جس قدر ہوسکے ''حق رائے دہی'' سے محروم کیا جائے۔ مسلمان انتخابات سے دور رہیں یہی تو ان کا مقصد ہے، ہماری دوری ان کی کامیابی ہوگی، اور پھر امتیازی سلوک کا بدترین دور شروع کرنے میں ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

دوسری بات جو ہمیں عرض کرنی ہے وہ یہ کہ کسی قوم پر بدترین حکمراں اس کی اپنی بدعملی کے سبب مسلط ہوتے ہیں، یہ ہمارے نبی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اس کو ہمیں اچھی طرح سمجھنا چاہیے، اور اس ارشاد پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بدعملی سے مراد صرف فرض عبادات میں سستی اور محرمات کا ارتکاب ہی نہیں، بلکہ حقوق العباد کو نظر انداز کرنا، خاندانی صلہ رحمی اور اسلامی اخوت کی پامالی حق تلفی کی کثرت، خیانت وبے ایمانی کا دور دورہ، عقائد واعمال کے علاوہ دیگر بنیادوں مختلف رجحانات اور ترجیحات کی بنا پر بدترین گروپ بندی اور قطع تعلقات یہ سب حکم ربانی ''كُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا'' اور حکم رسالت '' اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ '' کی صریح نافرمانی ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ہمارے گھر کے اندر عدل وانصاف کا نظام رائج ہے؟، ہم جس جگہ کام کرتے ہیں کیا وہاں ہم نے اپنی حد تک مساوات کو حقیقی معنوں میں برتنے کی کوشش کی ہے؟ کیا اپنے قرب وجوار، قریہ ومحلہ میں اپنی استطاعت کی حد تک ہم باہمی تعاون اور اخوت کو فروغ دے رہے ہیں؟ اگر ہم اپنے دائرۂ کار میں عدل ومساوات کو یقینی نہیں بنا سکتے تو ہم کیسے مستحق ہوں گے کہ ہمارے اوپر عدل وانصاف کی حکمرانی ہو؟

بہر کیف! خوش عقیدہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا دورِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہیں ہوتا تو مخالف تو یہی چاہتا ہے کہ ہم آپس میں لڑلڑ کر کمزور ہوتے رہیں اور ان کا کام آسان ہوتا جائے۔ ان کو معلوم ہے کہ مسلمان اگر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تو ملک میں ایک بڑی قوت بن کر ابھر سکتے ہیں اور ملکی سیاست پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

نیوزی لینڈ کے نمازیوں پر تاریخ کی بدترین بربریت

ناچیز اداریہ کی سطریں قلم بند کررہا تھا کہ نیوزی لینڈ کا دل دوز سانحہ سامنے آگیا، جس کو سن کر ہم مسلمان بلکہ ہر انسان کا دل پارہ پارہ ہوگیا، یہ حملہ عالمی سطح پر پنپتے ہوئے مسلم مخالف جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ جس سے ایک بار پھر ثابت ہوا کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، خود نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے اسے دہشت گردی کا واقعہ قرار دیتے ہوئے اس دن کو نیوزی لینڈ کی تاریخ کا تاریک ترین دن قرار دیا۔ نیوزی لینڈ میں جرائم کی شرح بہت کم ہے اور وہاں کے شہری من حیث القوم امن پسند اور بھائی چارہ بنائے رکھنے کے حوالے سے کبھی مشکوک نہیں قرار دیے گئے، اس لیے وہاں کی انتظامیہ اس ہونے والے حادثے کی منصوبہ بندی کو قبل از وقت محسوس نہ کرسکی، ایک حملہ آور شخص جس کی شناخت ہوسکی وہ نیوزی لینڈ کا شہری نہیں، بلکہ آسٹریلیا کا شہری ہے، اس کی جرات وبے باکی کا عالم یہ تھا کہ اس نے اپنی پوری جارحانہ

کارروائی از اول تا آخر ''فیس بک'' پر لائیو نشر کی۔اس سے پہلے کہ ''فیس بک'' والے اس کو بلاک کرتے لوگوں نے اسکی کلپ کاپی کر کے سوشل میڈیا پر وائرل کر دی جس سے اس خونخوار درندے کا مقصد بھی پورا ہو گیا، لوگوں نے اس کی بربریت اور سفا کی کو محسوس کیا ہوگا کہ اس نے مسجد میں موجود تمام لوگوں کو ڈھیر کرنے کے بعد دوسری رائفل لاکر دوبارہ ان لاشوں پر فائر کرتا گیا کہ کہیں کوئی زندہ بچ کر نہ چلا جائے۔ مسجد کے اندر بربریت کی یہ تازہ مثال عہد کہن کی ''تاتاری بربریت'' کی یاد تازہ کرتی ہے۔

یہ خونخوار کوئی مسلمان نہیں تھا، القاعدہ یا داعش کا ممبر نہیں تھا، کسی مسلم ملک سے اس کا تعلق بھی نہیں تھا، اس لیے عالمی میڈیا نے اس سانحہ کو ایک تازہ ترین خبر کی حد تک کوریج دی اور بس، کیا امید رکھی جائے کہ اس کے دواعی اور محرکات پر گرما گرم بحثیں ہوں اور اینکرس اس پر بھی چیخیں چلائیں، یہ خیال خام ہے۔اگر اس قسم کا واقعہ کسی ایسے دہشت گرد نے کیا ہوتا جس کا مسلمانوں جیسا نام ہوتا تو پھر دنیا دیکھتی کہ عالمی میڈیا کس طرح آسمان سر پر اٹھالیتا، مسلمان شہریوں پر کس طرح قید و بند اور پابندیوں کے سلسلے شروع ہو جاتے، مسلم دہشت گردی کے عنوان سے بحثیں ہوتیں اور اس کے تانے بانے اسلامی تعلیمات اور قرآن مجید سے جوڑ دیے جاتے، اور کیا کچھ نہ ہوتا۔مگر اس سفاک کا نام ''Brenton Tarrant'' تھا اس لیے اس سانحہ کو ''ہیٹ کرائم'' یا ایک ''جنونی عمل'' قرار دے کر دو چار جملوں میں نپٹا دیا جائے گا، اس کی منصوبہ بندی اور محرکات کی تحقیقات کا کس قدر اہتمام ہوگا یہ آئندہ دنوں میں واضح ہو جائے گا۔ہاں اس قدر یقینی ہے کہ اس جیسا خوفناک حملہ کسی چرچ، کسی مندر، یا کسی گرجا گھر پر ہوتا تو عالمی سطح پر اس کا ردعمل بہت مختلف ہوتا، مسلمانوں کی کمزوری اور اجتماعیت کے فقدان نے مسلمانوں کو اقوام عالم کی نگاہ میں بے وقعت بنا دیا ہے، مسلمان حکمرانوں کو اپنی اپنی پڑی ہے، ایک ترکی کا مرد آہن طیب اردگان ہے جو آوازۂ حق بلند کرنے کی ہمت رکھتا ہے، باقی کون ہے؟ جو صحیح انداز میں اس واقعہ کی مذمت بھی کر سکے۔عیش و عشرت اور اقتدار کے نشے میں چور سلاطین عرب، یا نسلی بنیادوں پر قائم مسلم جمہوریتوں کو باقی دنیا کے مسلمانوں کی کیا فکر ہے؟ حالانکہ اس دور میں سفارتی سطح پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے، مگر اس کے لیے فکر و نظر کی قوتیں اپنے مفادات کے آگے جانے کی اجازت دیں تب تو کچھ نظر آئے۔بہر کیف جن گھرانوں نے اس سانحہ میں اپنے پیارے کھو دیے ہم ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے لیے دعا گو ہیں کہ رب تبارک و تعالیٰ انھیں صبر و اجر اور حوصلہ عطا فرمائے۔آمین

مصنف اعظم نمبر کی ترتیب و تدوین

پیغام شریعت کا مصنف اعظم نمبر ایک دیرینہ خواب تھا جو شرمندہ تعبیر ہوا، مگر ابھی رضویات پر اس طرز کے کام کی پہلی کڑی ہے، عصری علوم پر کام باقی ہے، ہم نے کوشش کی کہ دینی علوم کے تمام موضوعات کا احاطہ کیا جا سکے، اور ہم بتیس علوم پر اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔ان میں ایک درجن کے قریب تو ایسے موضوعات ہیں جن پر ہماری معلومات کی حد تک بالکل کام نہ ہوا، اور ہم سمجھتے ہیں کہ پہلی بار انھیں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، مثلاً فن میراث، فن تحدید قبلہ، علم اوزان و مقادیر، فن تاریخ اسلام، اسرائیلیات، فن نحو، فن صرف، فن بلاغت، فن مناظرہ وغیرہ۔

باقی ایک درجن علوم ایسے ہوں گے جن پر کچھ کام ہوا مگر بہت مختصر بس چند مثالوں کی حد تک مثلاً فن تفسیر قرآن، فن تجوید و قراءت، فن جرح و تعدیل، فن اسماء الرجال، فن توقیت، فن تقابل ادیان، فن منطق۔باقی جو موضوعات ہیں ان پر کافی کام ہوا مثلاً فن ترجمہ قرآن، فقہ حنفی، علم حدیث، اردو ادب، ترجمہ قرآن، وغیرہ۔ان موضوعات کو بھی ہم نے شامل کیا تا کہ یہ مجموعہ اپنی جگہ پر کامل و مکمل ہو کر سامنے آئے۔نیز ان مقالات کی ترتیب ہم نے اس طرح رکھی کہ پہلے متعلقہ فن کا اجمالی تعارف ہو جائے، تا کہ اس فن کا پورا خاکہ سامنے آجائے کہ اس فن کا موضوع اور اس کے مباحث کیا ہوتے ہیں؟ اس کے ساتھ ہی ماہرین فن اور ان کی اہم کتابوں کا تذکرہ بھی ہوتا کہ قاری کو فن سے متعلق قدرے بصیرت حاصل ہو جائے، اس کے بعد اس فن پر اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات پیش کی جائیں۔اس منہج کے سبب یہ مجموعہ علوم وفنون کی

تاریخ کا بھی مجموعہ بن گیا ہے، اور اس اعتبار سے یہ مجموعہ معلمین اور طلبہ کی ضرورت بن گیا ہے۔

اس کے چند مقالات شائقین علم کے لیے بہت مفید اور اہم ہیں اور انھیں بالاستیعاب پڑھنا چاہیے۔ مثلاً فن توقیت پر علامہ مفتی رفیق الاسلام کا ن پورنے داد تحقیق دی ہے، اور فن توقیت میں اعلیٰ حضرت کی مہارت پیش کی ہے۔ اس سے پہلے حضرت خواجہ علم وفن علامہ مظفر حسین رحمہ اللہ نے فن توقیت میں اعلیٰ حضرت کی مہارت پر کئی مضامین لکھے جو ان کے مجموعہ مقالات میں شائع بھی ہو چکے ہیں، لیکن وہ سب اوقات صلاۃ کے کسی نہ کسی خاص مسئلے سے متعلق ہیں، مگر اس میں مفتی رفیق الاسلام صاحب نے کئی جہتوں سے تفصیل کی ہے۔ اسی طرح ''اوزان ومقادیر'' جیسے خشک موضوع کو مفتی شمشاد حسین بدایونی صاحب نے اپنی مہارت سے لقمہ تر بنا دیا ہے۔ اس کے ایک دو مسئلے ہی اب تک منظر عام پر آسکے تھے مثلاً نصابِ زکاۃ وصدقہ فطر، میل شرعی اور مسافت سفر شرعی، لیکن ان کے علاوہ بہت کچھ مسائل رقبہ وکیل واوزان ومساحت ہیں جن پر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات انیقہ موجود ہیں، موصوف نے اپنے مقالے میں ان سب کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

عقائد وکلام پر راقم الحروف نے کام کیا ہے اور اس کے جملہ ابحاث پر اعلیٰ حضرت کے افادات پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو علم کلام کے طلبہ کے لیے بہت مفید ہے، خصوصاً سبحان السبوح اور قوارع القہار کے مباحث تو اس کی جان ہیں، نیز کلام نفسی اور کلام لفظی کی بحث تو اعلیٰ حضرت کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک ہے جس کا خلاصہ ہم نے پیش کیا ہے، تاہم بہت کچھ دقیق ابحاث ابھی باقی ہیں اس لیے اس پر کام کا سلسلہ جاری ہے، توقع ہے کہ جلد ہی اس کو مستقل کتابی شکل میں پیش کیا جا سکے گا۔

ایک اہم مقالہ تاریخ اسلامی میں اعلیٰ حضرت کی خدمات پر ہے، جسے مولانا ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی نے ترتیب دیا ہے، موصوف نے فنِ تاریخ میں ڈاکٹریٹ کیا ہے، اور فی الحال کلکتہ کی یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ سے وابستہ ہیں، اس موضوع پر ان سے بہتر کون لکھ سکتا تھا، انھوں نے موضوع کا حق ادا کیا اور اعلیٰ حضرت کی فن تاریخ اسلامی میں مہارت کے جو پہلو واشگاف کیے ہیں ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں پہنچ سکتی تھی، موصوف نے تاریخ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے فلسفہ تاریخ اور نظریہ تاریخ پر بھی بحث کی ہے جو ان کے مقالے کا اہم ترین حصہ ہے۔ یہ مقالہ شائقین علم کے لیے خاصا دلچسپ ہے۔ ایک مقالہ علم الفرائض سے متعلق ہے جو مفتی محمد حنیف حبیبی اڑیسہ کی کاوش ہے۔ موصوف نے علم فرائض سے متعلق اعلیٰ حضرت کے چاروں رسالوں کا تعارف کراتے ہوئے ان کے افادات وتحقیقات درج کیں، پھر فقیر نے محسوس کیا کہ اعلیٰ حضرت کے کچھ اور مباحث شامل کر دیے جائیں تو اہل علم کے لیے مفید ہوگا چنانچہ فقیر نے کچھ بحثوں کا اضافہ کیا اور اب یہ مقالہ اس موضوع پر بہترین مقالہ ہو گیا ہے۔ نحو وصرف وبلاغت کو مولانا طارق انور مصباحی نے ترتیب دیا ہے، اور ان تینوں پر ہماری معلومات کی حد تک پہلی بار کام ہوا ہے۔ یہ حصہ بھی طلبہ اور مدرسین کے لیے بہت مفید ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کی وہ ابحاث ہیں جو پہلی بار نظر سے گزریں کیوں کہ اس میں چند نایاب رسالے بھی دستیاب ہوئے اور مضمون نگار نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔

مصنف اعظم نمبر کی سب سے اہم بات اس کا حصہ فہارس ہے، جس میں رضویات کی تین طرح کی فہرستیں دی گئی ہیں، ایک تو حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب کی تیار کردہ تصنیفات رضا کی فہرست جس کے آخر میں رضویات پر لکھی گئی کتابوں کی فہرست بھی شامل ہے، دوسری فتاویٰ رضویہ کی فہرست ابواب ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فتاویٰ رضویہ کے تینوں دستیاب نسخوں یعنی قدیم (۱۲ر جلدیں) جدید (۲۲ جلدیں) مترجم (۳۰ جلدیں) سب کی فہرست دے دی گئی ہے، تاکہ کون سا فقہی باب کس نسخے کی کس جلد میں ہے، بآسانی اس تک رسائی ہو سکے۔ تیسری فہرست رسائل رضویہ کی ہے، جس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دستیاب رسائل کا موضوع اور اجمالی تعارف درج ہے۔

مصنف اعظم نمبر نے رضویات کو ایک نیا رخ دیا ہے، جس سے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علمی خدمات کی جامعیت کھل کر سامنے آئی ہے۔ اس جہت سے ہماری ٹیم کا یہ کارنامہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علمی خدمات کو اجاگر کرنے کے اعتبار سے ایک عظیم کارنامہ قرار دیا جانا

چاہیے۔اس کے بعد ہم عموماً تمام اہل قلم اور خصوصاً اپنے مقالہ نگاروں سے توقع رکھتے ہیں کہ ان مقالات کو ان موضوعات پر ایک مبسوط تصنیف کے لیے ایک تمہید قرار دیں اور اس پر خاطر خواہ اضافہ کر کے ضخیم کتاب کی شکل دے سکیں تو بہت بہتر ہوگا۔اگر ایسا ہوتا ہے تو ہماری کوشش ہوگی کہ ان کی شایان شان طباعت واشاعت ہو اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی علمی خدمات کا غلغلہ چار دانگ عالم میں پھیل جائے۔

مصنف اعظم نمبر کی پہلی جلد دینی علوم پر مشتمل ہے جس کا تقاضا ہے کہ دوسری جلد عقلی یا عصری علوم پر مشتمل ہونا چاہیے،اس پر کام کا آغاز کس طرح ہو یہ ابھی بھی زیر غور ہے،امام احمد رضا کے عقلی علوم پر جو تحقیقات ونگارشات ہیں ان کو سمجھ پانا ہی ایک بڑا کام ہے،پھر ان میں ایک فن فلسفہ کو چھوڑ کر زیادہ تر وہ ہیں جن کا مدرسوں کے نصاب تعلیم میں نام ونشان بھی نہیں ہے،اس لیے ان کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو ان فنون میں مہارت رکھتے ہوں اور پھر رضویات پر بھی نظر ہو۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رحمہ اللہ نے متعدد عصری علوم پر اعلیٰ حضرت کی خدمات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے،اسی طرح خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ نے بھی کئی مقالات ترتیب دیے،پاکستان میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے چند ماہرین نے کچھ کام کیے ہیں،مگر یہ مختصر مضامین ایک تعارفی حیثیت رکھتے ہیں،ہمیں اس سلسلے میں ضرورت ہے ایسے افراد کی جو ان فنون میں سے کسی فن سے وابستہ ہوں،پھر رضوی افادات ان کو مہیا کرائے جائیں اور وہ انھیں فنی انداز میں ترتیب دے سکیں۔قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ایسے افراد تک رسائی میں ہمارا تعاون کریں۔اس پر مزید گفتگو آئندہ! فی الحال چند جملے ''حسام الحرمین'' کے خلاف اٹھنے والی آوازوں سے متعلق عرض کردوں:

حسام الحرمین کے خلاف محاذ آرائی

کچھ سالوں سے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ سے اختلاف کی فضا ہموار کی جارہی ہے،اور اس کو علمی دیانت داری کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، لیکن یہ سلسلہ ''شرعی مسائل'' کی حد پار کر کے اب عقائد کی سرحد میں داخل ہو چکا ہے،چنانچہ ایسے لوگ فتاویٰ سے اختلاف کی بات کرتے کرتے اب مسئلہ تکفیر اور دیگر عقائد میں بھی تشویش کی فضا قائم کرتے جارہے ہیں،پرانے گھسے پٹے قسم کے سوالات واعتراضات جن کے بارہا جوابات دیے جا چکے،انھیں کو دہرانا ایسے لوگوں کا وطیرہ ہے،ان لوگوں کی نگاہیں ایسے امور کی متلاشی رہتی ہیں جن سے عوام اہل سنت کو عقائد اور مسائل تکفیر کے تعلق سے تشویش میں مبتلا کرسکیں،ان اعتراضات کے جوابات حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے ''تحقیقات'' وغیرہ میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ دیے ہیں،اور اب ہماری ٹیم کے سرگرم رکن مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا) اس قسم کے تمام اعتراضات کے مفصل جوابات دے رہے ہیں،جو ماہنامہ پیغام شریعت کے صفحات کی زینت بھی بن رہے ہیں۔

ضرورت محسوس ہوئی تو ہم بھی اس ''شوق اعتراض'' کی حقیقت واضح کریں گے۔جو حضرات امام احمد رضا کی تصنیفات کا مطالعہ رکھتے ہیں،انھیں معلوم ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی خدمات کا سب سے بڑا سرمایہ فقہ حنفی کی خدمت وحمایت میں ہے۔دوسری طرف علم کلام کے متعدد مسائل میں آپ متکلمین کے نقاد رہے ہیں،پھر بھی جب تکفیر کا مسئلہ آیا تو آپ نے اس قدر احتیاط کیا کہ اس میں فقہائے کرام کا ساتھ نہ دیا،بلکہ متکلمین کے ساتھ رہے،اور کسی کفری قول میں ادنیٰ سا احتمال رہا یا تاویل کی گنجائش رہی،ہرگز تکفیر نہ کی۔اس کی واضح مثال اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے احتیاط ہے،لیکن ان کشتگان عقل وخرد کے نزدیک کفریات بکنا،انبیائے کرام کی شان کرم میں گستاخیاں کرنا بڑی بات نہیں،بلکہ بڑی بات ایسے لوگوں پر فتویٰ لگانا ہے۔ایسے لوگوں کو حق تھا کہ ان امور میں کہیں تشویش ہے تو اپنے اساتذہ اور دیگر علمائے کرام سے سوالات کرتے،سمجھنے کی کوشش کرتے،لیکن یہ سب بحثیں سوشل میڈیا پر نہ لاتے،لیکن افسوس کہ ایسا نہ کر کے انھوں نے جماعتی وقار اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے: آمین ☆☆☆

Faizanulmustafa@yahoo.com

اپریل فول کیا ہے؟

از: مفتی عبدالمالک مصباحی: ایڈیٹر: رضائے مدینہ (جمشید پور) فون: 8409987217 91+

آج مسلمانوں میں غیروں کی نقالی کے سبب جہاں بہت سی برائیاں اور خرابیاں داخل ہوگئی ہیں۔ انہی میں سے ایک قبیح اور خطرناک بیماری ''اپریل فول'' بھی ہے۔ جو بہت سی خرابیوں اور حرام امور پر مشتمل ہے، مگر مغرب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو بالخصوص اس طرح سے مدہوش کردیا ہے کہ نہ اسے حلال وحرام کی تمیز ہے، اور نہ ہی اپنے باپ دادا کی تاریخ کا علم۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ''اپریل فول'' میں بھی پیش پیش نظر آتے ہیں اور ''ویلن ٹائی ڈے'' میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ ''ہولی'' میں بھی بڑھ چڑھ کر مستی کرتے ہیں اور ''کرسمس'' منانے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں۔ نوجوانو! ذرا قریب آؤ، اپنے کردار کا جائزہ لو اور اپنی تاریخ کا مطالعہ کرو۔

اپنی تاریخ کو جو قوم بھلادیتی ہے
صفحہ دہر سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

اپریل فول کا مطلب: اپریل فول کا مطلب ہے دوسروں کے ساتھ عملی مذاق کرنا۔ اس مذاق کی نہ کوئی حد ہے، نہ کوئی سیما۔ کوئی بھی کسی طرح کا مذاق کسی سے بھی کرسکتا ہے۔ اس کے لیے سال میں ایک تاریخ ''یکم اپریل'' (First Aprile) مقرر کی گئی ہے۔

اپریل لاطینی زبان کے لفظ Aprilis یا Aprire سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پھولوں کا کھلنا، کونپلیں پھوٹنا۔

اپریل فول کی تاریخ: تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ''اپریل فول'' (Aprile Fool) منانے کے تعلق سے اہل علم کے درمیان متعدد روایتیں ملتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی تک سال کا آغاز اپریل سے ہوا کرتا تھا۔ نئے سال کی آمد کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو Gift دیا کرتے تھے، جیسا کہ آج کل ''یکم جنوری'' (First January) کو ہوتا ہے، مگر فرانس کے بادشاہ نے جب کلینڈر کی تبدیلی کا حکم دیتے ہوئے یہ کہا کہ اب سال کی شروعات بجائے اپریل کے جنوری سے ہوا کرے گی، اور اس پر عمل بھی شروع کرادیا، مگر ان دنوں چوں کہ آج کی طرح سے میڈیا سروسیز کا انتظام نہیں تھا، اس لیے دور دراز کے لوگوں کو اس حکم نامہ کی اطلاع نہیں مل پائی، اس لیے بہت سے علاقوں میں اسی پرانی تاریخ ہی میں تحائف کا تبادلہ ہوا، اور جن لوگوں نے پہلے ہی نئے سال کی تقریب منالی تھی، ان کا مذاق اڑایا، اور ''اپریل فول'' کے نام سے ان پر طنز کرتے رہے۔ آہستہ آہستہ یہ روایت عام ہوئی، یہاں تک کہ پورے یورپ میں یہ دن بطور تہوار کے منایا جانے لگا۔

اس تعلق سے ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا ''وینس'' کی پوجا کرتے اور شراب کے نشہ میں مست ہوکر طرح طرح کی نازیبا حرکتیں کیا کرتے تھے۔ جس میں جھوٹ کا کثرت سے استعمال ہوتا، رفتہ رفتہ جھوٹ کی کثرت ''اپریل فول'' کا ایک اہم حصہ بن گئی۔

اس تعلق سے ایک اور نہایت تکلیف دہ اور اذیت آمیز تاریخ یہ بھی بیان کی جاتی ہے، جسے سننے کے بعد رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور غیرت ایمانی رکھنے والا دل لرزہ براندام ہوجاتا ہے کہ اسپین روئے زمین کا وہ خطہ ہے جہاں اسلام کے بطل جلیل حضرت طارق بن زیاد نے ساحل سمندر پر اتر کر یہ کہتے ہوئے اپنی کشتیوں کو نذر آتش کردیا تھا کہ:

ہر ملک ملک ما است　　کہ ملک خدا ما است

یعنی یا تو ہم اس ملک پر اسلامی پرچم لہرائیں گے، یا اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کردیں گے ،مگر کسی بھی حال میں واپس نہیں جائیں گے۔ بالآخران جانبازوں کا جذبہ سرفروشی کارگر ثابت ہوا،اور اسپین کی سرزمین پر ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ یہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ حکمرانی کا فریضہ انجام دیا۔اسی سرزمین پر مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا ترانہ گنگنانے والی''جامع قرطبہ'' قائم ہوئی جوصرف ایک عظیم الشان مسجد ہی نہیں، بلکہ اس وقت پوری دنیا میں ایک عظیم الشان یونیورسیٹی کی حیثیت رکھتی تھی ،مگر صدیوں بعد یہاں کے مسلمان جب عملی کوتاہی اور آپسی رسہ کشی کے شکار ہوئے تو عیسائیوں کوموقع ملا اور انہوں نے شہر پر چڑھائی کرکے مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

مسلمانوں کے خون سے اسپین کی گلیوں میں نالے بہنے لگے،سڑکوں اور شاہراہوں پر خون کی اتنی بہتات تھی کہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹانگیں تک ڈوب گئیں ۔ انسانی خون کی اتنی ارزانی ہوئی کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔کشت وخون کی ہولی کا سلسلہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ بادشاہ فرڈینینڈ کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو اس نے اسپین کو مسلمانوں کے وجود سے خالی کرانے کے لیے یہ کہا کہ:''ملک میں جو بھی مسلمان کہیں بچے کھچے اور چھپے ہوئے ہیں ،انہیں بحفاظت تمام''اسلامی ملک''میں بھیج دیا جائے گا،اس لیے فلاں تاریخ کو فلاں میدان میں سارے مسلمان جمع ہوجائیں''۔

یہ اعلان سن کر جہاں کہیں بھی مسلمان ڈرے سہمے چھپے تھے ،وہ سارے نکل آئے کہ ہم اپنی جان بچا کر کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں گے ۔عیسائی بادشاہ نے ساحل سمندر پر کشتیوں کا انتظام کیا تھا۔مسلمان اپنی جان کی حفاظت دیکھتے ہوئے مستقبل کے منصوبے بناتے ہوئے سمندر میں چلے جارہے تھے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت بادشاہ کے کارندوں نے کشتی میں جگہ جگہ سوراخ کرکے خود باہر نکل آئے اور مسلمانوں کے ڈوبنے کا نظارہ کرنے لگے۔تھوڑی دیر بعد کشتی پانی سے بھر گئی اور مسلمانوں کی بھاری تعداد سمندر کی لہروں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے خاموش ہوگئی۔ یہ یکم اپریل (First Aprile) کی تاریخ تھی۔مغربی دنیا اسی تاریخ کو یاد کرکے اپنے اوپر فخر اور مسلمانوں کی موت پر گھی کے چراغ جلاتی ہے۔

اپریل فول کی شرعی حیثیت:مغربی اقوام کا یہ جشن مسرت اسلامی نقطہ نظر سے کئی خرابیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے،اس لیے اپریل فول منانا جائز نہیں۔

(۱)''**اپریل فول**''میں جھوٹ کثرت سے بولا جاتا ہے،اور جھوٹ کے تعلق سے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

{لعنة اللّٰه علی الکاذبین} ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جھوٹوں کی برائی بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

قیامت کے روز 8قسم کے لوگ اللہ عز وجل کے نزدیک سب سے برے ہوں گے ۔(۱) جھوٹ بولنے والے(۲) تکبر کرنے والے(۳) وہ لوگ جو اپنے سینوں میں اپنے بھائیوں سے بغض چھپا کر رکھتے ہیں ،اور جب وہ ان کے پاس آتے ہیں تو ان سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں(۴) وہ لوگ کہ جب انہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تو ٹال مٹول کرتے ہیں اور جب شیطانی کاموں کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس میں جلدی کرتے ہیں(۵) وہ لوگ جو کسی دنیوی خواہش کی تکمیل پر قدرت پاتے ہیں تو قسمیں اٹھا کر اسے جائز سمجھنے لگتے ہیں۔اگر چہ وہ ان کے لیے جائز نہ ہو(۶) چغلی کھانے والے (۷) دوستوں میں جدائی ڈالنے والے اور(۸) نیک لوگوں کے لیے گناہ میں مبتلا ہونے کی تمنا کرنے والے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل ناپسند کرتا ہے۔(المعجم الکبیر جلد ۱۶ص ۳۹)

(۲)**دھوکہ اور فریب** : اپریل فول کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دے کر خوش ہوتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۵)

علمائے کرام اور معاشیات

مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)
Zahidalibarkati@gmail.com

حالات حاضرہ میں کسب معاش خصوصاً علما کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور اراکین مسجد و مدرسہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ علما کو آسمان سے من و سلویٰ صبح و مسا جاری ہے، تو انھیں کیا حاجت۔ مساجد میں تو اکثر بھائی قسم کے لوگ صدر و اراکین اور اہم عہدوں پر فائز ہوتے ہیں، ان کا علما و ائمہ کی تنخواہ حسب ضرورت نہ دینا سمجھ میں آتا ہے، لیکن مدارس کے ناظمین اکثر علما ہی ہوتے ہیں، پھر بھی مدرسین کی تنخواہ کے معاملے میں اگر بات کریں تو جواب یہی ملتا ہے کہ کیا کریں، آمدنی ہی اتنی نہیں، حالاں کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ روپے خرچ سے بچ جاتے ہیں، بینکوں میں لاکھوں روپے جمع رہتے ہیں، اس سے بینک کاروبار کر رہے ہیں، غیر مسلم فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہم اپنے علما پر خرچ کرنا روا نہیں سمجھتے۔

ذمہ داران مساجد و مدارس کو ہدایات

حقیقت یہ ہے کہ توکل علی اللہ بھی کوئی شیٔ ہے لیکن شاید متولیان مساجد و ناظمین مدارس کی ڈکشنری نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ قرآن و حدیث میں توکل پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ ایمان کی روح ہے۔ جو اللہ پر بھروسہ کرے، وہ اسے کافی ہے۔

ارشادات الٰہیہ

عبادت و توکل دونوں ہم پلہ چیزیں ہیں۔

فرمان رب ہے: **فاعبدہ وتوکل علیہ وما ربک بغافل عما تعملون** (سورہ ھود: 123)

اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

ایک اور آیت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ اے محبوب کہہ دیجئے کہ رب رحمٰن پر ہم ایمان لائے اور اسی کی ذات پاک پر ہم نے توکل کیا۔ یہ بھی فرماتا ہے "مشرق و مغرب کا رب جو عبادت کے لائق ہے، جس کے سوا پرستش کے لائق اور کوئی نہیں، تو اسی کو اپنا وکیل و کارساز بنالے۔

تمام اہل ایمان کو جو سورت پانچوں نمازوں میں تلاوت کرنے کا حکم ہوا، اس میں بھی ان کی زبانی اقرار کرایا گیا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں: (**ایاک نعبد و ایاک نستعین**)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں: ''**وقال موسی یقوم ان کنتم امنتم باللّٰہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین** (سورہ یونس: آیت ۸۴)

یعنی اگر تم مومن مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

بنو اسرائیل نے اپنے نبی علیہ السلام کا یہ حکم سن کر اطاعت کی اور جواباً عرض کیا کہ ہمارا بھروسہ اپنے رب پر ہی ہے۔ پروردگار تو ہمیں ظالموں کے لیے فتنہ نہ بنا کہ وہ ہم پر غالب رہ کر یہ سمجھنے لگیں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو ہم ان پر غالب کیسے رہ سکتے؟

یہ مطلب بھی اس دعا کا بیان کیا گیا ہے کہ، اللہ ہم پر ان کے ہاتھوں عذاب مسلط نہ کرنا، نہ اپنے پاس سے کوئی عذاب ہم پر نازل فرما کہ یہ لوگ کہنے لگیں کہ اگر بنی اسرائیل حق پر ہوتے تو ہماری سزائیں کیوں بھگتتے، یا اللہ کے عذاب ان پر کیوں اترتے؟

علمائے کرام خود کو استحصال کرنے والوں کے چنگل سے آزاد کرانے کی کوشش کریں، ورنہ ''خود کردہ را علاجے نیست''۔ ہم

نے جان بوجھ کر اپنا وجود ان کے ہاتھوں بیچ دیا ہے، ہم معیشت کے لیے مساجد و مدارس کے دروازے پر دستک دیتے ہیں اور دوسری راہیں خود کے لیے بند کر لیتے ہیں۔

ارشادات حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

﴿عن عمر یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لو انکم توکلتم علی اللّٰہ حق توکلہ، لرزقکم کما یرزق الطیر، تغدو خماصا وتروح بطانا﴾

ترجمہ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسے ہی توکل (بھروسہ) کرو جیسا کہ اس پر توکل (بھروسہ) کرنے کا حق ہے، تو وہ تم کو ایسے رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، وہ صبح میں خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔

﴿عن انس بن مالک یقول: قال رجل: یارسول اللّٰہ! ! اعقلها واتوکل او اطلقها واتوکل؟ قال: اعقلها وتوکل﴾

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں، یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے باندھ دو، پھر توکل کرو''۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ارباب مساجد و مدارس رب العالمین پر بھروسہ کریں، اور ائمہ و مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ کریں، جیسے بے سروسامانی کے عالم میں عمارت تیار ہو جاتی ہے، ویسے ہی تنخواہیں بھی ادا ہو جائیں گی۔

فارغین مدارس کے موجودہ حالات

علمائے کرام کی دقت یہ ہے کہ یہ اپنے گھونسلے سے نکلنا نہیں چاہتے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں تجارت کرتے، رات کو علم کی روشنی سے تاریک دلوں کو منور کرتے۔ آپ بہت مالدار تھے، ایک بار ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر راستہ بدل لیا۔ آپ نے اس کے قریب جا کر سبب پوچھا، معلوم ہوا کہ وہ آپ کا مقروض ہے دس ہزار درہم کا، آپ نے فرمایا: بھائی دس ہزار درہم بھی کوئی ایسی چیز ہے جس سے کسی مسلمان کو تکلیف ہو، جا میں نے معاف کیے۔

حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت سفیان ثوری وغیرہ کا شمار رئیسوں میں ہوتا تھا، نیز کچھ ائمہ کرام تو اتنے فیاض و صاحب ثروت تھے کہ جب تک کوئی طالب علم ان کے یہاں کھانا نہ تناول کرتا، اس وقت تک ان کو شامل درس نہیں فرماتے تھے۔ یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ صاحب ثروت ہوں، معاشی طور پر فارغ البال ہوں۔ عہد حاضر میں ناظمین مدارس سے تنخواہ کے اضافہ کی خواہش ''ڈائنا سور''(dynasor) کے وجود کو تلاش کرنے کے مترادف ہے، کیوں کہ ان کے پیٹ بھی صدائے "ھل من مزید" سے مانوس ہیں۔ غالب کے اس شعر میں حالات حاضرہ کی مکمل عکاسی نظر آتی ہے۔

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
ہم کو ان سے وفا کی ہے امید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

موجودہ دور میں علما اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں، معاشی حالت سدھاریں، کیوں کہ آج جو جس قدر رسوخ و دبدبہ والا ہے، اس کی بات اتنی ہی قبولیت واثر رکھتی ہے۔ قطار میں کھڑے آخری آدمی کی جگہ آپ کی نہیں ہے تو چلئے جان لیتے ہیں کچھ ایسے بزنس، اور ہنر جو آسان اور کم سرمایہ میں شروع کئے جا سکتے ہیں۔

منی بینک (Mini Bank)

تقریباً تمام بینک آج کل دیہی علاقوں میں اپنی شاخوں کا قیام کر رہے ہیں، تاکہ مقامی لوگوں تک بہتر خدمات بہم پہنچائی جا سکیں۔ اس سے بینک بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور روزگار کے مواقع بھی فراہم ہوتے ہیں۔ آپ کو کرنا یہ ہے کہ نزدیکی بینک میں جا کر

مینیجر سے اپنے گاؤں، قصبہ یا شہر جہاں آپ بینک کی شاخ لینا چاہتے ہیں اس جگہ کی جانکاری دیں مثلاً آبادی کتنی ہے، آپ کی مطلوبہ جگہ سے مین برانچ کا بعد کیا ہے۔ اگر شاخ ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کلئیر کرلیں کہ مین برانچ میں کاؤنٹر ملے گا یا نہیں؟ کاؤنٹر نہ حاصل ہونے کی صورت میں اپنی مطلوبہ جگہ پر بھی بیٹھ کر کام کر سکتے ہیں۔ اس میں اکاؤنٹ کھولنے، ٹرانسفر کرنے، جمع کرنے، نکالنے سبھی صورتوں میں بینک کی جانب سے کمیشن دیا جاتا ہے، کچھ بینک پانچ ہزار روپے سیلری بھی دیتے ہیں۔

کمیشن 10% سے 16% تک مختلف صورتوں میں ملتا ہے۔ یہ کام علما کے لیے مناسب ہے۔ جاہ وحشمت بھی برقرار اور کام بھی شاندار، سب سے خاص پہلو اس بینک کا یہ ہے کہ نہ تو اس میں Sunday ہوتا ہے، نہ بینک اسٹرایک سے کوئی مطلب۔ شب کے 12: بجے ہوں یا صبح صادق، آپ اپنے اکاؤنٹ ہولڈرس کو پیسہ دے سکتے ہیں۔ بینک گارنٹی کے طور پر پچاس ہزار روپے جمع کراتا ہے، نہ ہونے پر لون بھی دیتا ہے، بینک کمپنیاں بھی یہ بینک تقسیم کرتے ہیں، وہ بیس ہزار روپے لیتے ہیں.

جن سیوا کیندر

یہ بھی حکومتی اسکیم ہے، بینک کی طرح اس کے لیے بھی ضلع آفس میں جانکاری کرکے درخواست دیں۔ بیس ہزار روپے میں یہ ایجنسی بھی آپ کو مل جائے گی۔ اس کے ذریعے آپ زرعی شعبے میں کام آنے والی ساری دستاویز نکالنے کے اہل ہوں گے، جیسے کھتینی، کھسرا، زمین کا نقشہ ودیگر متعلقات، نیز آپ ریزیڈنشل کارڈ وغیرہ بھی بنانے کے اہل ہوں گے۔ مزید آپ اس اسکیم کے ذریعے جملہ بینکوں میں پیسہ جمع کرنے، نکالنے، ٹرانسفر کرنے کے بھی حقدار ہوں گے۔ پاسپورٹ درخواست، ریل ٹکٹ، ایرلائنس ٹکٹ بھی بنا سکتے ہیں، یونیورسٹیز میں آن لائن فارم بھر سکتے ہیں، فیس جمع کر سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس اسکیم کے تحت آپ ہر وہ کام کر سکتے ہیں جو آن لائن ہوتا ہے، حکومت کو کہیں 20: فیصد تو کہیں پندرہ سے اٹھارہ فیصد آپ کو دینا ہوگا، کسٹمر سے آپ اپنے حساب سے وصول کر سکتے ہیں۔

ہارڈویئر

ہارڈویئر بھی ایک بہتر کام ہے۔ اگر لیپ ٹاپ، کمپیوٹر کی سرجری سے آپ کو شغف ہے تو تین سے چار مہینے میں آپ کے پاس ایک بہترین ہنر موجود ہوگا۔ فرج (A/C fridge) واشنگ مشین (washing machine) گیزر (geezer) کی درستگی کے لیے منہ مانگے پیسے ملتے ہیں۔ کام بھی کوئی محنت کا نہیں اور دن بدن اضافہ ہی ہونا ہے۔ یہ کام آپ پڑھائی کے دوران بھی ایک سے دو گھنٹے وقت نکال کر سیکھ سکتے ہیں۔ اکثر اس لائن میں مسلم حضرات مل جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو "سونے پر سہاگہ" آپ کے ذریعے وہ دین حاصل کریں (وقتاً فوقتاً زبانی اصلاح حال کے مطابق) اور آپ دنیا۔

پلمبنگ (plumbing) یعنی پائپ لائن فٹنگ، ہر گھر میں اس کی ضرورت ہے۔ کیا دیہات، کیا قصبہ سب جگہ کام موجود، ایک مہینہ بھی نہ لگے گا اور آپ ٹرینڈ، بلکہ اگر آپ صرف دیکھتے رہیں تو بھی سیکھ جائیں گے۔ آلات کے لیے صرف دو سے پانچ ہزار روپے کی قلیل رقم اور کام شروع۔

لائٹ فٹنگ (Light fitting) یہ کام بھی نہایت آسان، سیکھنے کے لیے دو سے چھ ماہ درکار، آلات کے لیے یہاں بھی ایک چھوٹی اور ایک بڑی drill machine ہی کافی، خرچ پانچ سات ہزار، سامان اکثر صاحب خانہ کا ہی لگتا ہے۔ اگر صاحب خانہ آپ ہی کو یہ ذمہ داری بھی سپرد کردے، تب بھی پیسہ کی فوری ضرورت نہیں، کسی الیکٹرانک سپلائیر سے معاملہ طے کرلیں، کام کے بعد اس کی ادائیگی کردیں۔ اکثر الیکٹیشین ایسا ہی کرتے ہیں۔

بائک میکانک (Bike macanic) (موٹر سائیکل مستری) یہ کام بھی اچھی روزی روٹی کے لیے موزوں ہے۔ مکمل طور پر ماہر بننے میں چھ ماہ سے ایک سال درکار، مگر اسے کئی حصوں

پر تقسیم کیا جا سکتا ہے، جیسے انجن میکانک، ساسر میکانک (soccer macanic) مکمل بائک مکینک۔ soccer repairing تو محض ایک سے دو ماہ میں سیکھی جا سکتی ہے، دس سے پندرہ منٹ میں soccer تیار، اور معاوضہ بھی بہتر۔ آلات پر یہاں بھی محض 2000 یا اس سے بھی کم کا خرچ، اور اگر کچھ زیادہ خرچ کر سکتے ہوں تو اسی میں Bike parts بھی رکھ سکتے ہیں، تنہا پارٹس کی دوکان بھی اچھی کمائی کا ذریعہ ہے، اس کے لیے پچاس ہزار سے ایک لاکھ روپے کی لاگت آئے گی۔

اس کے علاوہ بھی آپشنز ہیں۔ پھلوں کی تھوک سپلائی، ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے کی بڑی ضرورت ہے، کسی بڑے ریٹیلر سے بات کر کے روزانہ حسب ضرورت باعتبار موسم سپلائی کریں، یہاں دو قسم کی تجارت ہے (1) یہ کہ آپ مال سپلائی کریں، ریٹیلر آپ کو بطور کمیشن آپ کا محنتانہ دے گا (2) یہ کہ آپ مال خرید کر اپنے لحاظ سے فروخت کریں، نقد پیسہ وصول کر اسی ڈرائیور کو تھما دیں جو مال لایا ہے۔ پیسہ ریٹیلر تک پہنچ جائے گا - بایں طریق یہاں بھی بغیر سرمایہ کاری کے کام کر سکتے ہیں، یا محض چند روز آپ کو پیسہ لگانا ہے، اس کے بعد آپ پر جس قدر اعتماد بڑھتا جائے گا، اتنا ہی آپ کے لیے بزنس آسان ہوتا جائے گا۔ دال، چاول کی سپلائی بھی بہتر ذریعہ معاش ہے۔ جہاں پیداوار اچھی ہو، وہاں سے کم قیمت پر خرید کر بڑے شہروں میں اچھے داموں پر فروخت کر سکتے ہیں۔ اسی قسم کے بہت سے کام ہیں۔ ہاں، جب کوئی کام کرنے کا مزاج بنا لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے وسائل وذرائع بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فقہائے اسلام تک نے تجارت یا صنعت وحرفت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ متولیان مساجد وناظمین مدارس آپ سے ہمہ وقتی خدمات لے کر بھی چار/ پانچ ہزار سے زائد نہیں دینا چاہتے، اور قوالیوں، عرسوں، پیشہ ور مقرروں پر ایک ایک رات میں تیس ہزار سے تین تین لاکھ تک روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں تو اب خود ہی آپ اپنی بھلائی کی راہ تلاش کریں، یہی فارمولہ آپ کی ترقی کا ضامن ہے۔ بقول شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال:

تھے تو وہ آبا ہی تمہارے مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

غالب کے اس شعر پر اب عمل کی ضرورت نہیں۔ حکم منسوخ ہو چکا ہے، کیوں کہ اب واقعی آپ فقیر ہو چکے ہیں!!!

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۸) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی مسلمان کے ساتھ بددیانتی کی، یا اسے نقصان پہنچایا، یا دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (جامع الاحادیث للسیوطی جلد ۵ ص ۱۹۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: مکر وفریب جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ (شعب الایمان جلد ۴ ص ۳۲۷)

(۳) **وقت کی بربادی:** وقت دنیا کی بیش قیمت چیزوں میں سے ایک اور نہایت اہم ہے۔ اس کی بربادی اسلام میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

(۴) **ایذائے مسلم:** اپریل فول میں ایک آدمی جھوٹ بول کر، یا دھوکہ دے کر دوسرے کو ذہنی اور بسا اوقات جسمانی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے، اور یہ اسلامی نقطہ نظر سے حرام ہے۔

مذکورہ بالا اسباب وعلل کی بنیاد پر مسلمانوں کو ہر حال میں ''اپریل فول'' سے بچنا لازم وضروری ہے۔

ہندوستانی علما و مشائخ اور سیاست و حکومت

طارق انور مصباحی (کیرلا)

ایک انسان اپنے گھریلو معاشرہ کے علاوہ سلاطین وحکام اوراحباب و متعلقین کی تہذیب وثقافت سے بھی حددرجہ متاثر ہوتا ہے اورشعوری یا لاشعوری طور پراسے اپنا لیتا ہے۔علمائے کرام،عوام الناس کے ساتھ سلاطین وحکام کے لیے بھی آئیڈیل اورنمونہ ہوتے ہیں، کیوں کہ علمائے کرام اس عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ سلاطین و حکام پر بھی ان کی حکومت نافذ ہوتی ہے،یعنی وہ بادشاہوں کے بھی بادشاہ ہواکرتے ہیں اوراگر کسی آبادی میں اسلامی خلافت وسلطنت نہ ہوتوعلمائے اسلام ہی متعدد شرعی امور میں سلاطین و حکام کے قائم مقام قرار پاتے ہیں۔ملک ہند میں بھی اسلامی سلطنت وحکومت نہیں ،لہٰذا علمائے ہند،مخصوص امورشرعیہ کے نفاذ میں سلاطین و حکام کے قائم مقام قرار پائیں گے ،اورعلمائے ہند کو عالمانہ حیثیت اورقائدانہ منصب یعنی دونوں حیثیتوں کالحاظ کرتے ہوئے مذہب اسلام اورقوم مسلم کی خدمات سرانجام دینی ہوگی۔

سلاطین پرعلما کی حکمرانی

(۱)امام ابن عبدالبر مالکی قرطبی (۳۶۸ھ-۴۶۳ھ) نے نقل فرمایا:{**قال ابو الاسود الدؤلی:الملوک حکام علی الناس و العلماء حکام علی الملوک**}(جامع بیان العلم وفضلہ ج اص ۶۰-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:شیر خدا حیدر کرار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد حضرت بوالاسود دؤلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:سلاطین لوگوں پرحکمراں ہوتے ہیں اورعلما بادشاہوں پر حکمراں ہوتے ہیں۔

(۲)علمائے کرام کی حیثیت صادقہ کوظاہر کرکے انہیں ان کی ذمہ داریوں کااحساس دلانا مقصود ہے۔محض فضائل ومناقب کابیان مقصودنہیں۔ہم علما کے فضائل بیان کرتے ہیں اورانہیں ان کی ذمہ داریوں کی جانب متوجہ نہیں کرپاتے۔یہ زوال کی نشانی ہے۔شاعرکاقول ہے۔

ان الملوک لیحکمون علی الوریٰ
وعلی الملوک لتحکم العلماء

(ردالمحتارحاشہ درمختارج اص۴۴-دارالفکربیروت)

ترجمہ:بے شک سلاطین قوم پرحکومت کرتے ہیں اورعلمائے کرام سلاطین پرحکومت کرتے ہیں۔

علمائے کرام،بادشاہ اسلام اورامراوحکام کے قائم مقام

علمائے دین کاشمار’’اولوالامر‘‘ میں ہوتا ہے۔اسی طرح جہاں اسلامی سلطنت وحکومت نہ ہو،وہاں علمائے کرام مذہبی امور میں بادشاہ اسلام اور امراوحکام کے قائم مقام تسلیم کیے جاتے ہیں۔امام اہل سنت اورصدرالشریعہ قدس سرہما العزیز کی تحریروں کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

جہاں اسلامی سلطنت نہ ہووہاں اقامت جمعہ وعیدین کے لیے شہرکاسب سے بڑافقیہ عالم حاکم اسلام کے قائم مقام ہے،ان کی ہی اجازت سے جمعہ وعیدین کا قیام ہوگا۔اسی طرح ملک کا سب سے بڑا فقیہ عالم بشرط اتفاق مسلمین امورمذکورہ ودیگرامور میں سلطان اسلام کے قائم مقام قرار پائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ص ۱۸۷رج ۹رنصف اول ص ۱۸۰ر ج ۶رص ۲۰ربہار شریعت ج ۴ص ۷۷)

اب چوں کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت نہیں ہے، اس لیے علمائے کرام ہی سلاطین وحکام کے قائم مقام ہیں۔ ایسی صورت میں علمائے کرام کا خود کو دینی فرائض تک محدود کر لینا اور قوم مسلم کی دیگر حاجات سے غافل رہنا فطرت اسلامیہ کے موافق محسوس نہیں ہوتا۔

سلاطین وحکام کے عادات وخصائل کی تاثیر وقبولیت

سلاطین وملوک، امرا وحکام، اور سربرآوردہ افراد کی زندگی کو لوگ نمونہ عمل بنا لیتے ہیں۔ ارباب سلطنت وحکومت کے عادات وخصائل کو رعایا اپنے لیے دستور حیات قرار دیتے ہیں، بلکہ بسا اوقات شہنشاہوں کی شان وشوکت، عظمت وقوت، دولت وثروت دیکھ کر لوگ انہیں معبود بنا لیتے ہیں۔ تواریخ عالم میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ فرعون کو اہل مصر معبود مانتے تھے اور وہ خود بھی کہا کرتا تھا:

{اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی} (سورہ نازعات: آیت ۲۴)

عہد رسالت میں اہل عرب، قبول اسلام کے لیے قبیلہ قریش اور مسلمانوں کی باہمی جنگوں کو دیکھ رہے تھے۔ جب مکہ معظّمہ فتح ہوگیا، قبیلہ قریش کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کو قوت وغلبہ حاصل ہوگیا تو فتح مکہ کے بعد قبائل عرب، برق رفتاری کے ساتھ داخل اسلام ہوتے چلے گئے۔ انسان فطری طور پر ارباب قوت وشوکت کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ اہل حکومت وسلطنت کی پیروی کا جذبہ کبھی اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ انسان حق وباطل میں بھی امتیاز نہیں کرتا۔ اکبر بادشاہ (۱۵۴۳ء-۱۶۰۵ء) نے ''دین الٰہی'' ایجاد کیا تو عوام الناس کے ساتھ بعض اہل علم مثلاً ابوالفضل علامی وابوالفیض فیضی وغیرہما بھی ''دین الٰہی'' کے پیروکار ہوگئے۔ احادیث مصطفویہ کی روشنی میں اس مفہوم کی وضاحت درج ذیل ہے۔

(۱) {عَنِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلٍ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا-رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ}

ترجمہ: حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی۔ یا اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو سربلندی عطا فرما، پس کل صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، پھر مسجد حرام میں علی الاعلان نماز ادا فرمائی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۷)

توضیح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوجہل بن ہشام دونوں اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ حضور اقدس سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ایمان کی دعا کی، تاکہ سرداروں کے ایمان کو دیکھ کر اہل قبیلہ بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو جائیں، کیوں کہ لوگ اپنے امیر ورئیس اور سردار وسربراہ کی بہت جلد پیروی کرتے ہیں۔ اچھائیوں میں بھی اور برائیوں میں بھی۔ سرداروں ہی کی طرح ہر قوم اپنے مذہبی رہنماؤں کے عادات واخلاق کو بھی اپنا لیتی ہے۔ قوم پر ان کے اخلاق وکردار کا گہرا اثر پڑتا ہے اور عوام وخواص ان کے طریقہ کار کے متبع ہو جاتے ہیں۔ اسی مفہوم کی تعبیر کے لیے کہا جاتا ہے: اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ

(۲) {عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی اِمْرَأَۃٍ مِنْ اَحْمَسَ یُقَالُ لَھَا زَیْنَبُ فَرَاٰھَا-لَاتَکَلَّمُ-فَقَالَ: مَا لَھَا لَا تَکَلَّمُ؟ قَالُوْا: حَجَّتْ مُصْمِتَۃً-قَالَ لَھَا: تَکَلَّمِیْ، فَاِنَّ ھٰذَا لَایَحِلُّ، ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاھِلِیَّۃِ فَتَکَلَّمَتْ فَقَالَتْ: مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: اِمْرَءٌ

مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ–قَالَتْ:اَىُّ الْمُهَاجِرِيْنَ؟ قَالَ:مِنْ قُرَيْشٍ–قَالَتْ:مِنْ اَىِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ؟قَالَ:اِنَّكِ لَسَئُوْلٌ–اَنَا اَبُوْ بَكْرٍ–قَالَتْ:مَا بَقَائُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِىْ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟قَالَ:بَقَائُكُمْ عَلَيْهِ مَا اِسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ–قَالَتْ:وَمَا الْاَئِمَّةُ؟قَالَ:اَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوْسٌ وَاَشْرَافٌ يَامُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ؟ قَالَتْ:بَلٰى–قَالَ:فَهُمْ اُوْلٰئِكَ عَلَى النَّاسِ}(صحیح البخاری باب الطیب للجمعہ–سنن الدارمی ج۱ص۸۲–کنز العمال ج۵ص۸۳۰)

ترجمہ:حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ احمس کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے،جس کا نام زینب تھا۔آپ نے اس کو دیکھا کہ وہ بولتی نہیں ہے تو آپ نے دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا کہ یہ بولتی نہیں ہے؟لوگوں نے بتایا کہ یہ خاموشی کے ساتھ حج کی تو آپ نے اس سے فرمایا۔تم بات کرو،کیوں کہ یہ (خموشی) جائز نہیں۔یہ جاہلیت کا کام ہے،پس وہ بولنے لگی تو وہ دریافت کی۔آپ کون ہیں؟آپ نے کہا۔مہاجرین میں سے ایک آدمی۔وہ بولی۔کون سے مہاجرین؟آپ نے کہا۔قریش میں سے۔وہ دریافت کی۔قریش کے کس خاندان سے؟

آپ نے کہا۔تم بہت سوال کرنے والی ہو۔میں ابوبکر ہوں۔وہ بولی۔زمانہ جاہلیت کے بعد جو نیک چیز اللہ تعالیٰ نے لایا،اس پر کب تک ہم لوگ عمل پیرا رہیں گے؟آپ نے فرمایا:جب تک تمہارے ائمہ تمہارے ساتھ درست رہیں گے۔وہ دریافت کی۔ائمہ کیا ہیں؟آپ نے فرمایا۔کیا تمہاری قوم کے سردار اور شرفا نہیں تھے کہ جو وہ حکم دیتے،لوگ اس کی پیروی کرتے؟وہ بولی:کیوں نہیں۔آپ نے فرمایا:پس ائمہ،لوگوں کے سردار ہی ہیں۔

توضیح:علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ–۸۵۲ھ) نے اس حدیث کی شرح میں رقم فرمایا:{قَوْلُهٗ اَئِمَّتُكُمْ–اَىْ لِاَنَّ النَّاسَ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ فَمَنْ حَادَ مِنَ الْاَئِمَّةِ عَنِ الْحَالِ،مَالَ وَاَمَالَ}(فتح الباری ج۷ص۱۵۱)

ترجمہ:حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول (کہ جب تک تمہارے ائمہ درست رہیں)،اس لیے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ کار پر ہوتے ہیں،پس ائمہ میں سے جو موجودہ طریقہ سے پھر گیا،وہ خود پھرا،اور دوسروں کو پھیر دیا۔

(۳){عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَائَهٗ اَعْرَابِىٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ؟فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ:سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ– بَلْ لَمْ يَسْمَعْ حَتّٰى اِذَا قَضٰى حَدِيْثَهٗ قَالَ:اَيْنَ اُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟قَالَ:هَا اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ–قَالَ:فَاِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ– قَالَ:كَيْفَ اِضَاعَتُهَا؟قَالَ:اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ}(صحیح البخاری جلد اول کتاب العلم)

ترجمہ:حضور اقدس سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مجلس میں قوم سے کچھ بیان فرما رہے تھے کہ اسی درمیان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے دریافت کیا۔قیامت کب ہے؟پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرماتے رہے تو قوم کے بعض لوگوں نے کہا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی بات کو سماعت فرمائی،پھر اس بات کو ناپسند فرمائی اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعرابی کی بات کو سن نہ سکے۔یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بات مکمل فرمالی تو دریافت فرمایا کہ قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟اعرابی نے جواب دیا۔میں حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امانت ضائع کردی جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔اعرابی نے دریافت کیا کہ

تضییع امانت کیسے ہوگی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب نااہل کو معاملہ سپرد کردیا جائے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔

توضیح: علامہ علی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا: {قَالَ الطِّیْبِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لِاَنَّ تَغَیُّرَ الْوُلَاةِ وَفَسَادِهِمْ مُسْتَلْزِمٌ لِتَغَیُّرِ الرَّعِیَّةِ وَقَدْ قِیْلَ: اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ} (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۱۵ ص ۴۳۳)

ترجمہ: محدث شرف الدین طیبی (م ۷۴۳ھ) نے فرمایا: چوں کہ حکام وامرا کا بدل جانا اور ان کا برا ہو جانا رعایا کے بدل جانے کو مستلزم ہوتا ہے اور مقولہ ہے:

''رعایا، سلاطین کے مذاہب کو اپنا لیتی ہے''۔

(۴) حضور اقدس شہنشاہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ گر ہوئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک کے سلاطین وملوک کو قبول اسلام کے لیے خطوط بھیجے، کیوں کہ سلاطین وحکام مومن ہو جائیں تو رعایا بھی ایمان قبول کر لیتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ کو رقم فرمایا:

{بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ-سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ، تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰهُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ -الحدیث} (صحیح البخاری جلد اول کتاب الوحی-صحیح مسلم باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل)

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع، نہایت مہربان، رحم فرمانے والا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا راستہ اختیار کرے، لیکن ان تمام کے بعد، پس میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کرلو، تم سلامت رہوگے اور اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارا دوہرا اجر عطا فرمائے گا، پس اگر تم روگردانی کروگے تو تجھ پر متبعین کا گناہ ہوگا۔

توضیح: امام ابوزکریا نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے اس حدیث کی شرح میں لفظ ''اریسیین'' کی تشریح میں رقم فرمایا:

{وَاخْتَلَفُوْا فِی الْمُرَادِ بِهِمْ عَلٰی اَقْوَالٍ-اَصَحُّهَا وَاَشْهَرُهَا اَنَّهُمُ الْاَکَّارُوْنَ اَیِ الْفَلَّاحُوْنَ وَالزَّرَّاعُوْنَ وَمَعْنَاهُ اَنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ رَعَایَاکَ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَکَ وَیَنْقَادُوْنَ بِانْقِیَادِکَ-وَنَبَّهَ بِهٰؤُلَاءِ عَلٰی جَمِیْعِ الرَّعَایَا-لِاَنَّهُمُ الْاَغْلَبُ- وَلِاَنَّهُمْ اَسْرَعُ اِنْقِیَادًا فَاِذَا اَسْلَمَ، اَسْلَمُوْا-وَاِذَا اِمْتَنَعَ، اِمْتَنَعُوْا} (شرح النووی علی صحیح مسلم باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل)

ترجمہ: ''اریسیین'' کے مرادی معنی میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔ ان میں صحیح ترین اور مشہور ترین معنی یہ ہے کہ ''اریسیین'' کسان اور زراعت پیشہ لوگ ہیں اور اس قول کا معنی یہ ہے کہ تم پر تمہاری پیروی اور اتباع کرنے والی رعایا کا گناہ ہوگا اور ''اریسیین'' سے تمام رعایا کو بتایا گیا (اور ''اریسیین'' کا لفظ استعمال کیا گیا)، کیونکہ وہی لوگ زیادہ تعداد میں ہیں وراس لیے کہ وہ لوگ جلدی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں، پس جب بادشاہ اسلام قبول کرلے تو یہ لوگ اسلام قبول کرلیں گے اور جب بادشاہ باز رہے، تو یہ لوگ باز رہیں گے۔

(۵) عبد الرزاق بن حسن بن ابراہیم بیطار میدانی دمشقی (۱۲۵۳ھ-۱۳۳۵ھ-۱۸۳۷ء-۱۹۱۶ء) نے لکھا: {رأیت فی کثیر من الرسائل المؤلفة فی شان المهدی انه لایتم امره الا بالقیام بالشریعة الغراء وانه یکون علی مثل ما کان علیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والخلفاء الراشدون-ویفیض اللّٰه علی الخلق نورًا ببرکته فیتبعونه ویقتدون به فی جمیع شؤونه وافعاله واقواله

واحوالہ–حتی یکون حالھم کحالہ ووصفھم کحال اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و وصفھم–لان الناس علٰی دین ملوکھم،فاذا استقام خلیفۃ المسلمین وصار کالخلفاء الراشدین فانھم کلھم یستقیمون –واذا زھد فی الدنیا یزھدون–وملاک الامر کلہ ھوالزھد فی الدنیا وعدم التبسط فیھا۔

ومن الامثال القدیمۃ:"الناس علٰی دین ملوکھم"–وذکروا ان السبب فی ھذا المثل ان الولید بن عبد الملک بن مروان کان مشغوفًا بتشیید البنیان–فکان الناس فی زمانہ لیس لھم ھمۃ الا تشیید البنیان والقصور – وفی ذلک طول الامل و الغرور۔

ثم ولی بعدہ اخوہ سلیمان بن عبد الملک بن مروان–فکان مشغوفًا بکثرۃ الاکل وتنویع الاطعمۃ وتکثیر الالوان –فکان الناس فی زمانہ یتفاخرون بالتوسعۃ فی تنویع الماکولات وینھمکون فی التلذذ بالشھوات–وفی ذلک اعظم البلیات،ثم ولی بعد سلیمان ابن عمہ عمر بن عبد العزیز بن مروان الملحق بالخلفاء الراشدین،فکانت ھمتہ فی الاشتغال بالطاعات والعدل واقامۃ الدین فکان الناس فی زمنہ راغبین فی فعل الطاعات مستکثرین من فعل الخیرات۔

فقالوا:الناس علٰی دین ملوکھم–فالخلیفۃ الاعظم ھوالقدوۃ لجمیع المسلمین واعظم شیء یقتدون بہ ھو فیہ فیکون بہ صلاحھم وانتظام امرھم واتفاق کلمتھم–ھوالزھد فی الدنیا والتناول منھا بقدر الضرورۃ والحاجۃ و ترک الفضول الذی لا یحصل الابتعب ولجاجۃ–فان حب الدنیا رأس کل خطیئۃ وبلیۃ–والزھد فیھا اصل کل خصلۃ سنیۃ–ولایکون الزھد من العامۃ الا بعد زھد الخاصۃ–فان الخاصۃ ھم العمدۃ فی ذلک– والمراد من الخاصۃ الملوک والسلاطین والامراء والقضاۃ والعلماء–واولٰی من یطلب منہ الزھد فی الدنیا الخلیفۃ الاعظم الذی اقامہ اللّٰہ لاصلاح امورالدنیا والدین واحیاء الشریعۃ وقتال الکفارو دفع المفسدین}

(حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر ج ا ص ۳۶۲)

ترجمہ: میں نے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے گئے بہت سے رسائل میں دیکھا کہ ان کا معاملہ شریعت مطہرہ کے قیام پر ہی مکمل ہوگا (یعنی لوگ شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہو جائیں گے)اورحضرت امام مہدی اس طریقہ پر ہوں گے،جس پرحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورخلفائے راشدین تھے اوراللہ تعالیٰ ان کی برکت سےمخلوق پرنورکافیضان فرمائے گا،پس لوگ ان کے تمام امور، افعال ، اقوال اوراحوال میں ان کی پیروی اوراتباع کریں گے۔ یہاں تک کہ متبعین کا حال، امام مہدی کے حال کی طرح ہوجائے گااوران کےاوصاف حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےصحابہ کرام کےاوصاف کی طرح ہوجائیں گے،اس لیے کہ لوگ اپنے سلاطین کے طریقہ پر ہوتے ہیں۔

پس جب خلیفۃ المسلمین صحیح ہوجائیں اورخلفائے راشدین کی طرح ہوجائیں توسب لوگ صحیح ہوجائیں گے،اور جب خلیفہ دنیاوی معاملات میں زہداختیار کرے تولوگ بھی زہد اختیار کرتے ہیں اورتمام امورکی اچھائی دنیاوی زہداوردنیاوی امور میں کشادگی نہ اختیار کرنا ہے اور ''الناس علیٰ دین ملوکہم'' قدیم کہاوتوں میں سے ہے اورلوگوں نے بیان کیا کہ اس کہاوت کا سبب یہ ہے کہ ولیدبن عبدالملک بن مروان عمارتوں کے بنانے میں مشغول تھا،پس اس کے زمانے میں لوگوں کا مقصدصرف عمارتیں اورمحلات بنانا تھااوراس میں امیدوں کوطول دینااوردھوکہ

میں مبتلا ہونا ہے، پھر ولید کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا، اور وہ کثیر خوری، قسم قسم کے کھانوں اور طرح طرح کے ذائقوں میں مشغول تھا، پس اس کے زمانہ کے لوگ قسم قسم کے کھانوں کی وسعت پر فخر کرتے اور نفس کی پسندیدہ چیزوں سے لطف اندوزی میں منہمک رہتے اور اس میں بہت سی بلائیں ہیں۔

پھر سلیمان بن عبدالملک کے بعد ان کے ہم قبیلہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مماثل حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان خلیفہ ہوئے ،پس ان کا مقصد طاعات میں مشغولیت ، انصاف پروری اور دین کا قیام تھا، پس لوگ ان کے زمانہ میں اعمال طاعات کی جانب راغب اور افعال خیر کی کثرت کرنے والے تھے، پس لوگوں نے کہا:

''رعایا بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتی ہے''۔

پس خلیفہ اعظم تمام مسلمانوں کا مقتدا ہوتا ہے اور خلیفہ اعظم میں موجود سب سے بڑی چیز کہ جس میں لوگ اس کی پیروی کریں تو لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے، اور ان کا معاملہ منظم ہوتا ہے اور لوگوں کا اتحاد قائم رہتا ہے۔ وہ چیز دنیا کا زہد ہے اور دنیا سے ضرورت و حاجت کے مطابق لینا اور زائد کو چھوڑ دینا کہ جو زائد صرف محنت و مشقت اور مسلسل کوشش سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ اور مصیبت کی جڑ ہے اور دنیا کا زہد ہر اچھی عادت کی اصل ہے اور عام لوگوں سے زہد اسی وقت ہوتا ہے جب خاص لوگوں سے زہد ہو،اس لیے کہ خواص اس بارے میں اصل ہوتے ہیں اور خواص سے مراد بادشاہ ، سلاطین ،امرا ، قضات اور علما ہیں اور سب سے بہتر جن سے دنیا کا زہد مطلوب ہوتا ہے، وہ خلیفہ اعظم ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کے امور کی اصلاح ،شریعت کے احیا، کفار سے جہاد اور مفسدین کے دفاع کے لیے قائم فرمایا۔

توضیح: جب انسانی فطرت ارباب حکومت و سلطنت اور علما و مشائخ سے متاثر ہوتی ہے تو سلاطین و حکام اور علما و مشائخ کا ایسے عمدہ اخلاق و کردار ،عادات و اطوار اور اوصاف و خصائل کو اختیار کرنا لازم ہے کہ عوام مسلمین اسے اپنا کر فلاح دارین سے سرفراز ہو سکیں۔ اسی تناظر میں اگر علمائے ہند سیاست وحکومت سے دوری اختیار کریں گے تو قوم بھی یقیناً سیاسی وحکومتی امور سے کنارہ کش رہے گی، جبکہ جمہوری ملک میں سیاست وحکومت سے دوری اکثریت (Majority) کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، پھر اقلیتوں (Minorities) کا کیا حال ہوگا؟

ای میل tariqueanwer313@gmail.com

مصنف اعظم نمبر

ماہنامہ پیغام شریعت کی عظیم پیش کش

(۱) ''مصنف اعظم نمبر'' کا اجرا ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ اس سے متعلق ارباب علم و دانش کے گراں قدر تاثرات و مکتوبات ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) میں شائع کیے جائیں گے:

(۲) بعض قانونی کاروائی کے سبب کچھ تاخیر کے ساتھ یہ شمارہ منظر عام پر آیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ماہنامہ کی رونق اور بہار کو باقی رکھنے کی کوشش کریں گے:

(۳) میگزین کے قلم کاروں سے عرض ہے کہ لوح و قلم سنبھال لیں ۔ مضمون تحریر کرنے سے قبل ایڈیٹر کو موضوع کی اطلاع فرما دیں۔ مضمون کے ساتھ ای میل اور فون نمبر رقم کریں:

(۴) ممبر شپ کے لیے آفس انچارج سے رابطہ کریں:

(۵) کمپوزنگ ،ڈایزائننگ اور پرنٹنگ کے لیے ماہنامہ پیغام شریعت کے آفس (امجدی کتاب گھر) سے رابطہ کریں

رابطہ نمبر: حافظ محمد کمیل امجدی

8090753792

ہندوستانی سیاست اور مسلمان

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی: مدیر اعلیٰ: سواد اعظم (دہلی) ای میل:gmnaimi@gmail.com

کھیل کے میدان میں فٹ بال پر سارے کھیل کا دارومدار ہوتا ہے،مگر کتنی عجیب بات ہے کہ جس کی وجہ سے ہار جیت طے ہوتی ہے، اسی کو سب سے زیادہ ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔جو ٹیم ہارتی ہے وہ بھی فٹ بال کو ٹھوکر لگاتی ہے،اور جیتنے والی ٹیم ہارنے والوں سے زیادہ ٹھوکریں مارتی ہے۔ہار ہو یا جیت،فٹ بال کے نصیب میں ٹھوکریں ہی لکھی ہیں۔

کھیل کے میدان میں جو حال فٹ بال کا ہے، میدان سیاست میں وہی حال مسلمان کا بھی ہے۔اسی مسلمان کے دَم سے ''سیاسی کھیل'' کی بہاریں ہیں،مگر پھر بھی یہ قوم ٹھوکروں میں چلی آرہی ہے۔فاتح پارٹی ہو یا مفتوح،مسلمان کو ہر طرف سے ٹھوکریں ہی ملتی ہیں۔

ستر سال گزر جانے کے باوجود قوم مسلسل میدان سیاست کی فٹ بال بنی ہوئی ہے،اور لگاتار ٹھوکریں کھارہی ہے۔

ہندوستان کا سیاسی منظر نامہ

1947 میں ملک کو آزادی تو ملی، مگر تقسیم وطن نے مسلمانان ہند کی قوت بھی تقسیم کردی۔مسلم لیڈر شپ کا ایک بہت بڑا حصہ پاکستان منتقل ہوگیا۔ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ باقی ماندہ مسلمانوں کی مضبوط سیاسی قوت ہو، تاکہ اغیار سے اپنے دین ومذہب کی حفاظت کی جاسکے،مگر افسوس کہ اکابرین اہل سنت اپنے مدارس وخانقاہ تک محدود ہوگئے۔

دیوبندی جماعت نے کانگریس کے حکم پر لکھنو میں 1948 میں یہ اعلان کیا:''جو ہونا تھا سو ہوگیا،لیکن اب ہندوستانی مسلمانوں کو سیاسی پارٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جو حضرات الیکشن لڑنا چاہتے ہیں،وہ انفرادی یا کانگریس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑیں''۔

یہ وہ اعلان تھا جس نے مسلمانوں کو سیاسی یتیم بنادیا۔اس حادثہ فاجعہ کے بعد کانگریس سے ((بیعت غلامی)) مسلمانوں کی مجبوری بن گئی، کیوں کہ کانگریس کے علاوہ اس وقت صرف ایک ہی پارٹی ''ہندومہاسبھا'' موجود تھی جس کو بی جے پی کی ''مدر پارٹی'' کہا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد ملکی منظر نامہ پر قریب پچاس سال کانگریس لیڈر شپ کا بلا شرکت غیرے راج رہا۔اس عرصے میں مسلم اکثریتی شہروں میں منصوبہ بند فسادات ہوئے۔مضبوط مسلم اقتصادی شہروں مثلاً علی گڑھ، مرادآباد، فیروزآباد وغیرہ میں سازش کے ذریعہ کاروبار ختم کئے گئے۔منصوبہ بند سازش کے تحت شہر کے اچھے علاقوں سے نکل کر نالوں اور کوڑا گھروں کے آس پاس بسنے پر مجبور کردیا گیا۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ تعلیم، روزگار اور عزت ختم ہوتی گئی، مگر " کانگریس پرستی" کا جو ٹیکا مسلم کانگریسی لیڈران نے لگا دیا تھا، اس کا اثر کسی نہ کسی صورت باقی رہا اور مسلمان کانگریسی گاڑی کے بیل بنے رہے۔ 1980 کے بعد علاقائی سطح پر پس ماندہ قوموں کو اپنے حقوق کا خیال آیا اور انہوں نے اپنے لیڈر بنائے اور عزت دارانہ مقام حاصل کیا۔چند اہم صوبوں کا خاکہ درج ذیل ہے:

اتر پردیش: ملک کے سب سے بڑے صوبے اتر پردیش میں دو بڑی پارٹیاں ہیں:

سماجوادی پارٹی (SP)

اس پارٹی کے بانی ملایم سنگھ اور اکھلیش یادو صدر ہیں-دونوں باپ بیٹے وزیر اعلیٰ ہو چکے ہیں۔ کچھ نامور مسلم چہروں کی شمولیت ، مختلف مذہبی رہنماؤں سے اچھے تعلقات، مزارات کی حاضری، افطار پارٹی اور ٹوپی رومال کے استعمال سے اپنی "مسلم حامی شبیہ" بنا رکھی ہے، حالاں کہ 2012 کی کامیابی کے بعد بھی ملائم سنگھ کے بعد پارٹی کے سب سے بڑے لیڈر اعظم خان کو نوآموز اکھلیش کا جونیئر ہی بنایا گیا، جب کہ خدمات اور سینئرٹی کی بنا پر وہ وزیر اعلی کے حقدار تھے۔

بی ایس پی (BSP)

کانشی رام کی قائم کردہ پارٹی ہے۔ فی الحال مایاوتی اس کی صدر ہیں۔ یہ پارٹی دلتوں کی نمائندگی کرتی ہے- کچھ مخصوص عہدوں پر مسلمانوں کو رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے مسلمان بھی وابستہ ہیں۔ اب تک چار بار وزیر اعلیٰ بن چکی ہیں۔ مسلم ووٹ کے بغیر دونوں پارٹیوں کے لیے اقتدار کا راستہ ٹیڑھی کھیر ہے، مگر مسلمان کے مقابلے ہمیشہ اپنی ہی برادری کو ترجیح دی جاتی ہے۔

دونوں ہی پارٹیاں مختلف موقع پر سینئر مسلم لیڈران کو پارٹی سے باہر کر کے یہ جتانے سے بھی نہیں چوکتیں کہ پارٹی بالآخر انہیں کی ہے، مسلمان صرف اقتدار تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ اتنے بڑے صوبے میں کانگریس کے بعد مسلمان انہیں دو پارٹیوں سے وابستہ رہے، لیکن اپنی قیادت بنانے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی، نتیجتاً آج بھی دوسروں کی بیساکھیوں کے محتاج ہیں۔

بہار: بہار میں کانگریس بی جے پی کے علاوہ دو بڑی پارٹیاں ہیں:

آر جے ڈی (RJD)

اس کے بانی و صدر لالو پرساد یادو ہیں۔ بہاری مسلمانوں کی اکثریت ان کو اپنا سیاسی رہنما مانتی ہے۔ مسلم ووٹوں کے سہارے پہلے خود وزیر اعلیٰ بنے، پھر اپنی بیوی رابڑی دیوی کو بنایا۔ گزشتہ اسمبلی الیکشن میں نتیش کمار کے ساتھ مخلوط حکومت میں اپنے نوعمر اور نوآموز بیٹے کو نائب وزیر اعلیٰ بنایا، جب کہ عبدالباری صدیقی جیسے سینئر لیڈر جونیئر پوسٹ پر ہی رکھے گئے۔

جے ڈی یو (JDU)

اس پارٹی کے بانیان میں شرد یادو، جارج فرنانڈیز اور نتیش کمار تھے، لیکن فرنانڈیز آنجہانی ہو چکے، شرد یادو پارٹی سے باہر ہیں۔ فی الحال نتیش کمار پارٹی سربراہ ہیں۔ نتیش کمار کُرمی برادری سے ہیں، جس کی تعداد 2.5 ہے، مگر نتیش مختلف پارٹیوں کی حمایت سے پانچ بار وزیر اعلیٰ بن چکے ہیں۔ اس پارٹی نے بھی کچھ نمایاں مسلم چہروں کو جگہ دے کر مسلمانوں میں اپنی جگہ بنا رکھی ہے۔

بہار میں یادو 16: فیصد اور مسلمان 18: فیصد ہیں، مگر مسلم قیادت سرے سے غائب ہے۔

مہاراشٹر: مہاراشٹر میں کانگریس و بی جے پی کے علاوہ دو اور بڑی پارٹیاں ہیں:

این سی پی (NCP)

اس کے مکھیا شرد پوار ہیں۔ یہ پارٹی کانگریس سے ٹوٹ کر بنی ہے۔ علاقائی اعتبار سے ٹھیک ٹھاک اثر رکھتی ہے۔ کچھ بڑے مسلم چہروں کو پارٹی میں اہم عہدوں پر رکھا ہے، جس کی بنا پر مسلمان بھی وابستہ ہیں، حالاں کہ سیاست اپنے مفاد سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔

شیوسینا

یہ پارٹی سخت گیر ہندتوا کو پرموٹ کرتی ہے، اور مسلم مسائل میں سخت متعصب ہے، لیکن متعصب مراٹھیوں میں اسے مقبولیت حاصل ہے جس کی بنا پر کچھ علاقوں میں اچھا اثر ہے۔

اس صوبے میں بھی مسلم قیادت کا فقدان ہے، حالاں کہ

پچھلے الیکشن میں اسدالدین اویسی صاحب کی ایم آئی ایم نے قسمت آزمائی کی۔اچھی اسٹریٹجی اور مسلم رائے دہندگان کی دانش مندی کی بدولت دوسیٹوں پر کامیابی حاصل کی۔امید کی جانی چاہیے کہ یہ اسٹریٹجی اور دانش مندی آگے بھی سلامت رہے تو شاید کوئی مسلم قیادت ڈیولپ ہوجائے۔

بنگال: اس صوبے میں کانگریس کے علاوہ دو پارٹیاں ہیں:

کمیونسٹ پارٹی (CPM)

اس پارٹی نے 35: سال تک بنگال پر حکومت کی۔مسلمان ہمیشہ اس پارٹی کا مضبوط ووٹ بینک بنے رہے،مگر دو چند مسلم لیڈروں کے علاوہ پورے صوبے میں مسلمان حاشیہ پر پہنچ گئے۔سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق پورے ملک میں مسلمانوں میں سب سے خراب صورت حال بنگالی مسلمانوں کی ہے۔

ٹی ایم سی (TMC)

اس پارٹی کی سپریم لیڈر ممتا بنرجی ہیں جو پچھلے دس سال سے اقتدار میں ہیں۔کمیونسٹ پارٹی کو چھوڑ کر مسلمان قریب قریب مکمل طور پر اسی پارٹی سے وابستہ ہیں۔یہاں بھی کئی اہم چہروں کی شمولیت اور کئی رفاہی کاموں کی بدولت مسلمانوں میں اس پارٹی کے تئیں بہت زیادہ وابستگی ہے۔بنگال میں بھی مسلم قیادت کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے۔

مسلم لیڈرشپ پر ایک نظر

ملکی سطح پر مسلمانوں کی سیاسی قیادت کے نام پر کیرل کی مسلم لیگ، آسام کی یوڈی ایف اور تلنگانہ کی ایم آئی ایم کے علاوہ کیا ہے؟

جبکہ مسلمانوں کی بڑی تعداد والے صوبوں یوپی، بہار، بنگال ،دہلی، راجستھان، ایم پی، مہاراشٹر وغیرہ میں قیادت کا خانہ صفر ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ان صوبوں میں مسلم لیڈرشپ نہیں ہے۔لیڈرشپ تو ہے، مگر وہ سیاسی اعتبار سے دوسروں کی ذہنی غلام اور انہیں کے پیچھے ہے۔

یوپی میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد (قریب چار کروڑ) ہے، لیکن اس صوبے میں مسلم لیڈرشپ کا مکمل فقدان ہے۔یہاں 8: فیصد والے یادو لیڈر اور 20 فیصد مسلم قوم ان پیچھے ہے۔سیاسی یتیمی کا عالم یہ ہے کہ 16 ویں پارلیمانی انتخاب میں چار کروڑ مسلمان ایک مسلم ایم پی تک نہیں بنا پائے، لیکن 8 فیصد یادوؤں نے اپنے خاندان سے ہی پانچ لوگوں کو ایم پی بنالیا۔

3.5 فیصد آبادی والی کُرمی برادری (اپنا دَل) نے اپنے بینر پر 9: ایم ایل اے بنالیے مگر مسلم پارٹی ایک ایم ایل اے کو بھی جیت نہ دلا سکی۔بہار میں 18: فیصد مسلمان دوسروں کے پیچھے چلتا ہے، جب کہ 2.5 فیصد والے کُرمی نیتا نتیش کمار 15: سال سے وزیر اعلیٰ بنے ہوئے ہیں۔بنگال میں برہمن محض 3: فیصد ہیں، مگر صوبے کی تینوں پارٹیوں (ٹی ایم سی، کمیونسٹ اور کانگریس) کی ٹاپ لیڈرشپ پر انہیں کا قبضہ ہے، جب کہ 30: فیصد مسلمان ان کے لیے زندہ باد کے نعرے لگاتا ہے۔

راجستھان میں 11 : فیصد مسلم ہیں، مگر 5: فیصد مالی اور راجپوت قوم کے افراد وزیر اعلیٰ بنتے ہیں۔ایم پی میں 9: فیصد مسلم ہیں، مگر مسلم قیادت صفر ہے۔ہاں، ابھی کانگریس کے دو مسلم ایم ایل اے ہیں۔ملک کی ہر چھوٹی بڑی قوم نے اپنی قیادت اور مضبوط سیاسی حیثیت بنا کر اپنے حقوق حاصل کیے، مگر مسلمان سیاسی پارٹیوں کے نعرے لگانے اور دری بچھانے جیسے بڑے کاموں میں ہی مصروف رہے، اور ابھی تک اس مصروفیت سے فارغ نہیں ہوسکے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں فراغت عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆

معراج رات میں کیوں؟ دن میں کیوں نہیں؟

از: مولانا نوید اختر قادری (سری لنکا) ☆

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں بہت اہم اور عظیم معجزہ معراج ہے۔ یہ محض ایک معجزہ نہیں، بلکہ اس ایک معجزہ میں کئی معجزات پنہاں ہیں۔ رات کے قلیل حصہ میں مکہ سے بیت المقدس، اور بیت المقدس سے لامکاں کی تفصیلی سیر، ہر ہر ذرہ کا مشاہدہ، ہر ہر جگہ کا تفصیلی معاینہ، انبیا ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تفصیلی ملاقات، ملائکہ الٰہی کو اپنی زیارت سے مشرف فرمانا، امامت، خطابت، قیادت، اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے لامکاں رب کے حضور حاضری، راز ونیاز کی باتیں، تحفہ وتحائف، امت کو یاد فرمانا، وغیرہ وغیرہ، اور پھر مختصر وقفہ میں حرم مکہ تک واپس آجانا، اس تفصیلی سیر کو چند سطروں میں بیان کرنے میں جو وقت لگا، اس سے بھی کم وقت میں ایک ذات کا مختلف مقامات سے گذرنا، اور پوری کائنات کی سیر کرآنا، واقعی عقل کو حیران کر دیتا ہے۔

اس مختصر سے وقت کا ذکر تاریخوں میں صراحت کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس پر محدثین نے تفصیلی کلام کیا، محققین ایک ایک پہلو پر بساط تحقیق دراز کر دی، عمیق نظر رکھنے والوں نے بڑے نکات بیان کئے، سائنسی فکر ونظر کے حاملین نے وقت کے ساتھ ساتھ کئی راز سے پردہ اٹھایا۔ چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر گیا، قبول کرنے والوں نے قبول کیا، نہ ماننے والوں نے انکار کیا۔ کچھ نے آدھا ادھورا مانا، کچھ نے خواب سے تعبیر کر دیا، کچھ نے کچھ کیا، کچھ نے کچھ کہا۔ بہرکیف قرآن نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ، ہم نے سیر کرائی، پاک ذات نے کرائی، رات کے ذرا سے حصہ میں کرائی، اور مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی نشانیاں دکھائیں، اور ہم نے اسے لوگوں کے لیے امتحان بنا دیا۔

سوال یہ ہے کہ اس قدر عظیم معجزہ کا ظہور رات میں کیوں ہوا؟ دن کے اجالے میں کیوں نہ ہوا؟ جیسے دیگر معجزات کا ظہور دن میں ہوا، اور سب کے سامنے ہوا۔ چاند کے دو ٹکڑے فرما دیا۔ سب کے سامنے، درختوں کو بلایا، اپنی نبوت کا اقرار کرایا اور واپس کر دیا، ایسے کئی معجزات تاریخ کے دامن میں موجود ہیں، مگر معراج رات میں ہوئی۔ جب ساری انسانیت محو خواب تھی، ایسا کیوں؟

جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو جو عظیم معجزات دیے گئے ان کا ظہور دن کے اجالے میں ہوا، جیسے:

حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی جانب بھیجا گیا، قوم ثمود کو ثمود کیوں کہا جاتا تھا۔ اس میں دو قول آئے، ایک تو یہ کہ ثمد کا معنی تھوڑا پانی، قوم ثمود میں پانی کی کمی کی وجہ سے انہیں ثمود کہا جانے لگا، یا پھر یہ کہ یہ قوم اپنے دادا ثمود کے نام پر قوم ثمود کہلائی۔

بہرکیف، حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کے نبی تھے۔ ہر نبی کی طرح آپ نے بھی قوم کو بت پرستی اور غیر خدا کی عبادت سے روکا، آپ علیہ السلام کی اس تبلیغ سے قوم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک اہل حق کی جماعت اور ایک باطل پرستوں کا گروہ۔

اہل باطل نے اولاً تو آپ کو جادوگر کہا، پھر متکبر کہا، پھر آپ سے معجزہ طلب کیا،: ''ما انتم الا بشر مثلنا فات باية ان كنت من الصدقين'' آپ نے فرمایا: کیا نشانی دیکھنا ہے تمہیں؟ کہا: اس چٹان سے ایک حاملہ اونٹنی نکالو، اگر تم نے ایسا کر دیا تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے۔ آپ نے دعا فرمائی اور وہی ہوا جو انہوں نے طلب کیا، اب تصدیق کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا، مگر باطل نے نہ مانا اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ یہی نہیں ایک زمانہ آیا کہ انہوں نے اس عظیم معجزہ کی توہین کر کے عام عذاب الٰہی کو دعوت دے دی، نتیجۂ سخت بجلی کی کڑک یا حضرت

جبرئیل علیہ السلام کی شدید ہولناک آواز عذاب الٰہی بن کر ان پر گر پڑی، اور صبح وہ اوندھے منہ پڑے رہے۔

ایسی کئی مثالیں خود قرآن میں موجود ہیں کہ معجزہ کو دیکھنے کے بعد قوم کے جن افراد نے ہٹ دھرمی کی، انہیں عذاب الٰہی نے دبوچ لیا، مثلاً قوم بنی اسرائیل، قوم فرعون، قوم لوط، قوم عاد، وغیرہ۔ یہ سنت الٰہیہ ہے کہ عظیم معجزہ کے انکار کے بعد عام عذاب الٰہی اترتا اور سب کو ہلاک کر جاتا، اور نبی علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ اس عذاب سے محفوظ فرمالیتا۔ اب یہ سوال کہ معراج دن میں کیوں نہ ہوئی، جیسے حضرت صالح علیہ السلام نے دن کی اجالے میں سب کی سامنے معجزہ کا اظہار فرمایا۔

امام اہل سنت حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ رضویہ کی چند سطروں سے سارا معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ امام اہل سنت سے اسی بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے تین دلیلیں پیش فرمائیں، امام اہل سنت پوری عبارت منقولہ ذیل ہے:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ’’رات تجلی لطفی ہے، اور دن تجلی قہری اور معراج کمال لطف ہے جس سے مافوق متصور نہیں، لہٰذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصل محبّ ومحبوب ہے، اور وصال کے لیے عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزہ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا، اور سنت الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے، ہلاک کر دی جاتی ہے، ان پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے، جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا، معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا، تو یا سب ایمان لے آتے، یا سب ہلاک کیے جاتے، ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں، تو یہی شق رہی کہ ان پر عذاب عام اترتا، اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لیے رحمت، جنہیں ان کا رب فرماتا ہے: **و ما کان اللّٰہ لیعذبھم و انت فیھم** (سورۃ الانفال آیت ۳۳) اے رحمت عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں، لہٰذا شب ہی مناسب ہوئی‘‘۔ (فتاوی رضویہ مترجم جلد ۲۹ ص ۶۳۵، ۶۳۶)

عبارت مذکورہ کو غور سے پڑھیں، امام اہل سنت نے تین تین دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔

(۱) تجلی لطفی وقہری میں لطفی کا وقت مناسب تھا۔

(۲) وصل محبّ ومحبوب کے لیے رات کو زیادہ انسب تصور کیا جاتا ہے۔

(۳) سنت الٰہیہ ہے کہ معجزہ قاہرہ ظاہرہ کے ظہور کے بعد اگر قوم نہ مانے تو عام عذاب نازل کیا جاتا ہے، اور پوری قوم ہلاک کر دی جاتی ہے، جیسا اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔

معجزہ معراج کے رات میں واقع ہونے کی تین وجہیں بیان کی گئیں، اور ہر وجہ اپنے آپ میں مستقل ایک موضوع ہے۔ ان تینوں وجہوں میں آخری وجہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رحمت للعالمینی بیان کر رہی ہے کہ اگر چہ رب قدیر اس بات پر قادر ہے کہ وہ چاہتا تو دگر معجزات کی طرح اسے بھی دن کے اجالے میں ظاہر فرماتا کہ سب اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے، لیکن انکار پر عذاب ہوتا۔

قرآن نے بیان فرمایا کہ (الا فتنۃ للناس) (سورہ اسرا: آیت ۶۰) یعنی ہم نے سفر معراج کو لوگوں کے لیے آزمائش بنادیا۔

یہ معجزہ حق وباطل کے درمیان خط امتیاز ہو گیا، تاکہ عقل کے ٹھیکیداروں اور عشق رسول کے متوالوں میں فرق محسوس ہو سکے۔

منصفانہ مزاج رکھنے والے اس معجزہ کو سن کر ہی ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جائیں اور خود کو جہنم کے شعلوں سے بچا سکیں، اور نہ ماننے والوں کے لیے زندگی کی آخری سانس تک مہلت بھی دے دی گئی کہ گرچہ انکار ایسا عظیم جرم ہے کہ اس پر عذاب الٰہی اترتا ہے، مگر تمہارے درمیان رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں، ان کے ہوتے تم پر عذاب آنے والا نہیں۔ ☆-☆-☆

نوید اختر قادری شری لنکا، واٹس اپ نمبر: +94762030282

تاریخ سلاطین ہند قسط اول

محمود غزنوی اور سومناتھ: حقیقت ہے یا افسانہ؟

مولانا محمد شاہد علی مصباحی (باگی کدورہ، جالون: یوپی) 919039778692+ مبائل

بادشاہ ہند سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ارباب تعصب مورخین نے انتہائی غلط انداز میں پیش کیا ہے۔یہی حال سومناتھ مندر کی تاریخ کا ہے۔سومناتھ کی تاریخ بھی حشو وزوائد سے بھری ہوئی ہے۔تعجب تو اس وقت دوبالا ہو جاتا ہے جب یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ متعصب مورخین نے تاریخ نویسی کے اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر تاریخ گڑھنا شروع کردیا۔بعض مورخین نے تاریخ نویسی میں قصداًایسی بے اعتدالیاں برتی ہیں جن کی وجہ سے نہ صرف ان کے زمانہ میں، بلکہ صدیوں بعد بھی جنگ وجدال کی نوبت بنی ہوئی ہے۔اپنے مفروضہ موقف کی تائید میں غیر مستند اور فرضی باتیں لکھ دی گئیں، جس کے نتیجہ میں آج تک اہل ہند ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔

مشہور ہندوستانی مورخ اور اسسٹنٹ پروفیسر آف جواہر لال نہرو یونیورسٹی (دہلی) رومیلا تھاپر (پیدائش 30: نومبر ۱۹۳۱ء۔لکھنو) نے تاریخ نویسی کے اصول وضوابط پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

This is not because we think that only one narrative is giving a true description, but because we are interested in observing how various people saw the event. We maintain that by looking at the contradictory versions of the same event, it may be possible to understand more fully what may have happened. It is worth looking at these various voices, because their narratives tell us about how various people, depending on their interests, perceived the event, or else had forgotten about it, and also why these perceptions sometimes differed.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ:: یہ ایسا نہیں ہے جیسا ہم سوچتے ہیں کہ صرف ایک روایت حقیقی وضاحت دے رہی ہے، بلکہ اس لیے ہے ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مختلف مکتبہ فکر کے لوگ اس واقعہ کو کیسے دیکھتے ہیں۔ ہمارا ماننا یہ ہے کہ کسی ایک واقعہ کو مکمل طور پر سمجھنا اس کی متضاد روایات کو دیکھ کر ہی ممکن ہوسکتا ہے کہ اصل میں ہوا کیا تھا۔ان مختلف آوازوں پر غور کرنا ضروری ہے، کیوں کہ ان کے نظریات سے ہمیں اس بات کا علم ہوتا ہے کہ کس طرح مختلف لوگ، اپنے رجحان کے مطابق واقعہ کا ادراک کرتے ہیں، یا وہ اسے بھول کر چھوڑ دیتے ہیں، اور یہ بھی کہ کیوں ان کے خیالات

بعض اوقات مختلف ہوتے ہیں.

I am also trying to demonstrate the change that has taken place in historical research in the last fifty years. We have moved from being concerned only with political and dynastic history to examining the broader dimensions of social,economic, religious and cultural history-

and especially with the interaction of all these aspects on each other. This gives us a much richer and more detailed picture of the past.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: میں گزشتہ پچاس سالوں میں تاریخی تحقیق میں ہونے والی اس تبدیلی کی طرف بھی اشارہ کرنے کی کوشش کررہی ہوں۔ہم سماجی ، اقتصادی، مذہبی اور ثقافتی تاریخ کی وسیع پیمانے پر جانچ پڑتال کرنے کے لیے صرف سیاسی اور لچکدار تاریخ کی طرف جا چکے ہیں،اور خاص طور پر ایک دوسرے سے ان تمام پہلوؤں پر بات چیت کرنے کی وجہ سے ماضی کی بہت زیادہ واضح اور زیادہ تفصیلی تصویر فراہم ہوتی ہے۔

مذکورہ اقتباسات سے واضح ہوجاتا ہے کہ کس طرح تاریخ لکھی جاتی ہے،اور لگے ہاتھوں مورخین کی بے اعتدالیاں بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ متعصب مورخین نے کیسی بے اعتدالی اور کذب بیانی سے کام لیا ہے۔

According to Farrukhi Sistani the idol at Somanatha was not of a Hindu deity but of Manat, a pre-Islamic Arabian goddess, and that the name Somnat was - actually Su-manat, the place of Manat. We know from the Quran that - Lat,Uzza and Manat were three pre-Islamic goddesses widely worshipped, and it was said that the prophet Mohammad ordered the destruction of their shrines and images. Legend has it that the image of Manat was taken away, presumably by a trader to Gujarat, and installed in a place of worship.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: فرخی سیستانی کے مطابق سومناتھ میں جو بت تھا، وہ کوئی ہندو دیوتا نہیں تھا، بلکہ وہی منات نامی بت تھا جسے قبل از اسلام کفار عرب پوجتے تھے ،اوراس سومنات کا نام اصل میں سو-منات تھا،یعنی منات کی جگہ۔قرآن مقدس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ لات،عزی اور منات تینوں زمانہ جاہلیت کے کفار کے معبودان باطلہ ہیں جن کی بڑے پیمانے پر عبادت کی جاتی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبروں اور تصاویر نیست ونابود کرنے کا حکم دیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ منات نامی بت کو شاید ایک گجراتی تاجر عرب

سے لے آیا اور مندر میں اسے نصب کر دیا۔

Manat, in some accounts, is said to have been just a block of black stone so the form could be similar to a lingam ;

ترجمہ: کچھ دستاویزوں میں منات کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ منات سیاہ پتھر کا ایک کھمبا نما بت تھا، جس کی شکل شیولنگ سے ملتی جلتی تھی (چوں کہ شیولنگ کی بناوٹ بھی کھمبا جیسی ہوتی ہے، اسی وجہ سے ہندوستانیوں نے اسے شیولنگ سمجھا اور اپنے سب سے بڑے مندر میں نصب کرلیا)

others say she had a female form. Some took this story seriously,

ترجمہ: دوسروں کا کہنا ہے کہ اس کی بناوٹ زنانہ تھی۔ بعض لوگوں نے اس بات کو مبنی برحقیقت سمجھا۔

others however denied it and insisted that the icon was of a Hindu deity.

ترجمہ: جبکہ دوسروں نے اس سے انکار کیا اور دعوی کیا ہے کہ اس کی بناوٹ ایک ہندو دیوتا کی تھی۔

In the subsequent and multiple Persian accounts -and there are many in each century-there is no agreement on the form of the image.

Some say that the image was a lingam, other accounts contradict this and say that the image was of a human form. This would also be important to determining whether it was the icon of Manat, a female goddess, or of Shiva, a male god.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: بعد کی مختلف اور ہر صدی میں موجود فارسی دستاویزات کے مطابق بت کی شکل پر کوئی اتفاق نہیں ہوا- کچھ دستاویز بتاتی ہے کہ بت کی شکل شیولنگ جیسی تھی، جب کہ دوسری دستاویزات اس سے متفق نہیں ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ بت انسانی شکل کا تھا۔ یہاں اس بات کا تعین کرنا بھی بہت اہم ہوگا کہ یہ منات نامی دیوی کی شکل تھی، یا شیونامی دیوتا کی۔

The human form of the image leads to other stories. It is said that when the belly of the image was pierced, jewels poured forth. But then one wonders how does one pierce the belly of a stone image?

One account states that the image contained 20 mann of jewels, one mann weighing several kilograms ;

another account says that a gold chain weighing two hundred mann kept

the image in place. Yet another, has a more interesting idea. It says that the image was made of iron and a magnet was placed above it, so it got suspended in space, which would certainly have been an impressive sight. But then again one wonders if a magnet would be able to raise such a large iron image?.

All these contradictions suggest that none of these writers really knew what the image was and seem to have given descriptions based on rumour. And as with all rumours, the fantasy increases with each retelling of the story.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: تصویر کا انسانی شکل کا ہونا دوسری کہانیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب اس بت کا پیٹ پھاڑا گیا تو جواہرات پیٹ سے نکل کر بکھر گئے، لیکن پھر حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ایک پتھر کے مجسمہ کا پیٹ کس طرح چاک کیا جا سکتا ہے؟ ایک دستاویز یہ بتاتی ہے کہ سومنات کا بت 20 من سونے سے بنا ہوا تھا، ایک من کئی (40) کلوگرام کا ہوتا ہے۔ ایک دستاویز یہ بتاتی ہے کہ جس سونے کی زنجیر کے ذریعہ وہ بت اپنی جگہ پر معلق تھا، اس کا وزن 200: من تھا۔ اس دستاویز میں ایک اور دلچسپ بات ہے کہ مجسمہ لوہے سے بنا ہوا تھا، اور اس کے اوپر ایک مقناطیس رکھا گیا تھا، تاکہ بت کسی مرئی چیز کے بغیر خلا میں ہی معلق رہے۔ جو یقینی طور پر ایک شاندار نظارہ ہوگا، لیکن اگر ایک مقناطیس اس طرح کے ایک بڑے لوہے کے مجسمہ کو اٹھانے کے قابل ہو تو پھر ایک اور مقام حیرت ہوگا۔

یہ سب تضادات یہ بتاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی مورخ حقیقت حال سے واقف نہیں کہ مجسمہ کیسا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محض افواہوں کی بنیاد پر وضاحت کی گئی ہے، ان تمام افواہوں کی وجہ سے واقعہ کو بار بار بیان کرنے کا ہر ایک کو خیال آتا ہے۔

رومیلا تھاپر خاص کر سومناتھ کی تاریخ کے متعلق خود اقرار کرتی ہیں۔ اقتباس دیکھیں:

The history of Somanatha has been dominated by a single narrative woven around the events that took place there at a particular point in history. Those of us that have examined a variety of sources feel that the single narrative does not tell us very much.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: سومناتھ کی تاریخ کو ایک ہی مکتبہ فکر کے لوگوں کے ذریعہ ہائی جیک کرلیا گیا ہے۔ جس نے تاریخ میں ایک خاص مقام لے لیا، اسی لیے ہم نے ان میں سے کئی مختلف قسم کے ذرائع کی جانچ پڑتال کی ہے۔ چوں کہ صرف ایک روایت ہمیں سب کچھ نہیں بتا سکتی۔

ایک تحریر یہ بتاتی ہے کہ مندر گرایا نہیں گیا، بلکہ وہ خود بخود سمندر کی نمی کی وجہ سے گر گیا تھا۔

A dynastic history of Gujarat, the Prabandha Chintamani, written by Merutunga in the fourteenth century, refers in some detail to the reign of Kumarapala the Chaulukya king, and his minister Hemachandra. We are told that Kumarapala wished to be immortalized. So Hemachandra suggested that the king replace the dilapidated temple at Somanatha with a new one. He says quite specifically that the temple had fallen into disrepair because it was located on the sea-shore and hit by sea spray.

This is confirmed by many sculptures now housed in a museum near the site. Some show marks of the stone having been hacked but many are just worn out by weathering and sea spray would have worn them out faster.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: گجرات کی ایک حکومتی تاریخی کتاب جس کا نام ''پربندھ چنتامنی'' ہے چودھویں صدی عیسوی میں میروتنگا نامی مورخ نے لکھی ہے، جس میں چالکیا حکومت کے راجہ کمار پال اور اس کے وزیر ہیم چندر کے متعلق کافی وضاحت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔اس میں بیان کیا گیا ہے کہ کمار پال امر (دائمی زندگی) ہونے کی خواہش رکھتا تھا اسی خواہش کی تکمیل کے لیے اس کے وزیر ہیم چندر نے اسے مشورہ دیا کہ سومناتھ کے بہت زیادہ بوسیدہ ہو چکے مندر کو از سرِ نو تعمیر کرائے۔

یہ مندر چوں کہ سمندر کے کنارے واقع تھا، اسی وجہ سے سمندر کی نمی اسے بہت زیادہ کمزور کرتی تھی اور اس بات کی تائید ان بہت سارے مجسموں سے ہوتی ہے جو وہاں کے میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں۔ کچھ مجسمے ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ انھیں توڑنے کی کوشش کی گئی ہے (ممکن ہے کہ یہ نشانات مندر کی از سرِ نو تعمیر کے وقت انھیں نکالتے وقت پڑے ہوں، اور یہی عقل کے زیادہ قریب ہے کیوں کہ اگر محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے توڑے ہوتے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں تو وہ صرف نشان لگا کر نہ چھوڑتے، بلکہ پوری طرح توڑ کر زیورات نکالتے) اور کچھ مجسمے مرور زمانہ سے متاثر ہیں اور اکثر کو سمندر کی نمی نے بہت تیزی سے خراب کیا ہے۔

ان ساری عبارات کو دیکھنے کے بعد آپ مورخین کی تنگ نظری اور تعصب پرستی پر آنسو بہائیے۔ جن لوگوں کو یہی نہ معلوم ہو کہ مورت کیسی تھی تو کیا ان کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ کہاں تھی؟ اور کس نے ہٹایا؟ یا توڑا اور اس کی تاریخ کیا ہے؟ کذاب مورخین نے تاریخ کے نام پر اپنے خود ساختہ نظریات سے کاغذ کالے کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ کے چہرے پر کالک پوت دی ہے۔

سلطان محمود غزنوی اور ہندوستان پر حملہ:

لوگ کہتے ہیں کہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ صرف مندروں کو توڑنے اور ہندو راشٹر کو مسلم ملک بنانے کی غرض سے کیا تھا۔

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ محمود غزنوی ایک ایسا مظلوم سلطان ہے جسے خود ہندو راجاؤں نے ہندوستان پر حملہ کرنے پر بار بار مجبور کیا، جس میں سب سے پہلا نام پنجاب (لاہور) کے راجا جے پال کا ہے۔ (جے پال، ہندی شاہی خاندان کے حکمران، 964 سے 1001 عیسوی۔ اس کی بادشاہت لغمان سے کشمیر اور سرند سے ملتان تک تھی، جس کے ساتھ پشاور مرکز میں ہے)

جس نے محمود غزنوی کے والد سلطان سبکتگین کی طاقت کو بڑھتا ہوا دیکھ کر گھبراہٹ محسوس کی، اور عین اس وقت جب وہ ملک کے اندرونی معاملات اور بغاوت کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا، تبھی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے راجا جے پال نے اس پر حملہ کر دیا جس کے جواب میں سبکتگین کو مجبوراً راجا جے پال پر حملہ کرنا پڑا، اور ایک گھمسان کی جنگ میں راجا جے پال کو شکست فاش ہوئی اور اس نے صلح نامہ سلطان کو بھیجا، جسے سلطان نے منظور کرتے ہوئے طے شدہ معاوضہ لینے کے لیے اپنے معتمد افراد راجا کے ساتھ بھیجے۔ راجا جیسے ہی اپنی سرحد میں داخل ہوا، اس نے بدعہدی کی اور سلطان کے بھیجے ہوئے لوگوں کو قید کر لیا، یہ میں نہیں کہتا، بلکہ تاریخی حقائق اس کے گواہ ہیں:

Jayapala saw a danger in the consolidation of the Ghaznavids and invaded their capital city of Ghazni both in the reign of Sebuktigin and in that of his son Mahmud, which initiated the Muslim Ghaznavid and Hindu Shahi struggles. SebukTigin, however, defeated him, and he was forced to pay an indemnity.Jayapala defaulted on the payment and took to the battlefield once more.

P. M. Holt, Ann K. S. Lambton, Bernard Lewis, eds.(1977) The Cambridge history of Islam, Cambridge University Press, p. 3, ISBN 0-521-29137-2

Jayapala of Waihind saw danger in the consolidation of the kingdom of Ghazna and decided to destroy it. He therefore invaded Ghazna, but was defeated.)

ترجمہ: جے پال نے غزنویوں کے استحکام میں اپنی حکومت کے لیے ایک خطرہ دیکھا، اور ان کی دارالحکومت شہر غزنی پر سبکتگین کے دور میں اور اس کے بیٹے محمود کے دور میں حملہ کیا۔ جس نے مسلم غزنوی اور ہندو شاہی کی جدوجہد کی شروعات کی۔ تاہم، سبکتگین نے اسے شکست دی، اور اسے ایک معاوضہ ادا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ جے پال نے دھوکہ دیا اور دوبارہ حملہ کی تیاری کرنے لگا۔

اور اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ دوبارہ پھر طاقت جمع کرنے لگا اور اس نے ہندو راجاؤں کو لکھا کہ افغانی سلطان پہلے پنجاب اور پھر تمام ہندو حکومتوں کو ختم کرنا چاہتا ہے، اس طرح جے پال نے اپنی پرسنل جنگ کی آگ میں تمام ہندو راجاؤں کو دھرم اور مذہب کے نام پر شامل کر لیا، جس کے نتیجے میں بہت سے ہندو راجاؤں نے اپنا مال اور اپنے سپاہی دے کر بھرپور مدد کی، جس کو مورخین نے یوں بیان کیا ہے۔

Jayapala, however, lost control of the entire region between the Kabul Valley

and Indus River.Before his struggle began Jayapala had raised a large army
of Punjabis. When Jayapala went to the Punjab region, his army was raised to
horsemen and an innumerable host of foot soldiers. According to 100,000
The two armies having met on the confines of Lumghan.:Firishta
Ameer Nasir-ood-Deen Subooktugeen
Ferishta, History of the Rise of Mohammedan Power in India, Volume Section
:12 Packard Humanities Institute. Retrieved 2012-12 12:

خلاصہ: تاہم جے پال نے کابل وادی اور سندھ دریا کے درمیان پورے خطے کا کنٹرول کھو دیا۔ جے پال نے اس جدوجہد سے قبل پنجابیوں کی ایک بڑی فوج حاصل کی۔ جب جے پال پنجاب کے علاقے میں گیا تو اس کی فوج کو ایک لاکھ گھوڑسوار اور بے شمار پیادہ سپاہی دیے گئے۔ تاریخ فرشتہ کے مطابق: دو بڑی فوجیں لمغان کے میدان میں مقابلہ آرا ہوئیں۔

ادھر جب سبکتگین کو معلوم ہوا کہ جے پال نے وعدہ خلافی کی ہے اور ایک بڑی فوج لے کر غزنی پر حملہ کرنے والا ہے تو سبکتگین نے بھی آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا اور وہ اپنی فوج لے کر بڑھا۔ لمغان کے میدان میں 986 میں یہ جنگ لڑی گئی، مگر اس بار بھی اس کی قسمت میں ایک دردناک شکست لکھی ہوئی تھی۔ جس کا اسے مزہ چکھنا پڑا۔ راجا جے پال نے بھاگنے کو ترجیح دی اور سبکتگین نے دریائے سندھ کے کنارے تک اس کا تعاقب کیا۔ یہ ہار صرف جے پال کی شکست نہ تھی، بلکہ تمام راجاؤں کی ہار تھی۔ اس کے بعد سے غزنی حکومت کو ہندوستان کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھا جانے لگا۔

جبکہ یہ وہ دور تھا جب سبکتگین اپنے اندرونی معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ اگر راجا جے پال نے اس پر حملہ نہ کیا ہوتا تو شاید وہ ہندوستان کا رخ بھی نہ کرتا، اور اسی جنگ کے بعد 997 میں سبکتگین کا 56 سال کی عمر میں انتقال ہو گیا، اور اسی کے ساتھ جے پال کی امید جاگ اٹھی۔ اس نے سوچا کہ اب تجربہ کار سبکتگین کی جگہ نوعمر محمود بیٹھا ہے، اور وہ بھی اپنے بھائی سے جنگ کرنے کے بعد سامانی حکومت کی جنگ میں شامل ہے۔ یہ اچھا موقع ہے اپنا بدلہ لے کر کھویا ہوا وقار پانے کا، اور اسی توقع پر اس نے 1001 میں محمود پر حملہ کی غرض سے نکلا اور پشاور کے قریب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، اور ایک بار پھر گھمسان کی جنگ کے بعد راجا جے پال گرفتار کر لیا گیا۔

اس بار جے پال نے محمود سے گریہ وزاری کی اور یقین دلایا کہ اب وہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ محمود نے معاف کر دیا، لاہور پہنچ کر اپنے بیٹے کو راج سنگھاسن سونپا اور خود آگ میں کود کر خودکشی کر لی، نیز آخری وقت آنند پال کو نصیحت کی کہ کبھی محمود سے غداری نہ کرنا۔

اس جنگ کی فتح اور آنند پال کے باجگزار بن جانے کے بعد محمود ہندوستان کی جانب سے بڑی حد تک مطمئن ہو گیا تھا، لہٰذا سب سے پہلے وہ اپنے اندرونی معاملات کو ٹھیک کرنے کے لیے سیستان کی طرف گیا۔ وہاں قرامطہ نے علم بغاوت بلند کر رکھا تھا، محمود نے جاتے ہی قرامطہ کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر کے بغاوت کو دبا دیا، اور واپس آ کر تین سال تک غزنی میں رہ کر امور سلطنت کو انجام دیتا رہا، اور اسی درمیان اسے ہندوستان میں قرامطہ کی ہندو راجاؤں کے ساتھ ساز باز کر کے اس کی حکومت کے خلاف بڑے پیمانے پر جنگی تیاریوں کی خبریں

موصول ہوتی رہیں۔

محمود کے سومناتھ تک پہنچنے کی وجہ:

قرامطہ ایک بے دین جماعت تھی، گرچہ وہ خود کو مسلمان کہتے تھے۔ان کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ دیگرامور سے کوئی تعلق نہیں تھا، بس شیخ کی معرفت ہی سب کچھ تھی۔ ۲۹۰ھ میں شام اور ۳۱۱ھ میں بصرہ اور کوفہ کو لوٹا۔ ہلاکو اور منگو خان نے جب انہیں مار بھگایا تو یہ لوگ بلوچستان اور سندھ میں آبسے اور ہندو راجاؤں کے ساتھ مل کر مسلم حکومتوں کو مٹانے کی سازشیں کرنے لگے۔ بھاتنہ کے راجہ بجے رائے کے ساتھ مل کر منصورہ اور ملتان کو تباہ کیا، اور سندھ کے راجاؤں سے مل کر محمود غزنوی پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے۔ جب یہ خبر محمود کو ہوئی تو اس نے 1005 میں بھاتنہ پر حملہ کیا اور بجے رائے ہار کا صدمہ برداشت نہ کر سکا، اور خودکشی کر کے ہلاک ہو گیا۔

جماعت قرامطہ کا ذکر رومیلا تھاپر نے اس طرح کیا ہے:

But Mahmud's legitimacy also derives from the fact that he was a Sunni Muslim, and therefore attacked the Shi'as as heretics.

He desecrated their mosques at Multan and at Mansura in Sind. He claims to have killed 50,000 kafirs,

infidels, and this claim is matched by similar claims to his having killed 50,000 Shi'as who were regarded as heretics.

The figure appears to be notional as it is frequently repeated in various contexts.

(Umashankar Joshi Memorial Lecture,29 December 2012)

Perspectives of the History of Somnatha by RomilaThapar

ترجمہ: محمود غزنوی کو اسلامی دنیا میں جو اہمیت ہے، وہ اس لیے حاصل ہوئی کہ محمود ایک سنی مسلمان تھا، اور اس نے قرامطی بدمذہبوں پر حملہ کیا تھا، نیز سندھ اور منصورہ میں ان کی عبادت گاہوں کو توڑا۔ کہا جاتا ہے کہ محمود غزنوی نے پچاس ہزار کافروں کو قتل کیا، اس کا یہ قول ہو بہو اس قول کے مماثل ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ محمود نے پچاس ہزار قرامطی قتل کیے ہیں ان کی بدمذہبی کی بنا پر۔ پچاس ہزار کا قتل ہر معتبر تاریخ میں ضرور لکھا گیا ہے۔

نوٹ: رومیلا تھاپر نے جو شیعہ کا لفظ لکھا ہے، وہ دراصل شیعہ نہیں، قرامطہ تھے۔ جن کی محمود غزنوی کے خلاف سرگرمیوں نے ان کو ہندوستان پر حملہ کرنے پر اکسایا۔ ابوالحسن زید فاروقی نے 16: جنوری 1948 کو اپنی تصنیف ''اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان'' کے ابتدائیہ میں لکھا کہ شیعیت کی آمد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے وقت میں ہوئی تو سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے وقت میں شیعہ کا ہندوستان میں ہونا عقلاً بہت بعید ہے۔ یہاں مؤرخ ارمیلا تھاپر سے تسامح ہوا ہے۔ وہ قوم شیعہ نہیں، بلکہ قرامطہ تھی۔

محمود غزنوی کے حملے کے بعد قرامطہ نے ملتان میں پناہ لی اور بڑے پیمانے پر سازشیں کرنے لگے، تو محمود غزنوی نے 1006 میں

ملتان پر حملہ کی غرض سے نکلا، تا کہ داؤد بن نصر اور اس کے ہمنوا قرامطہ کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکے، مگر انند پال نے راستہ روکا۔ نتیجہ جنگ کی شکل میں ظاہر ہوا، اور انند پال کو شکست ہوئی۔ اس کا ذکر درج ذیل عبارت میں ہے۔

During the battle of Chach between Mahmud and Anandapala, it is stated that "a body of 30,000 Gakhars fought alongside as soldiers for the Shahi Emperor and incurred huge losses for the Ghaznavids".

However, despite the heavy losses of the enemy, he lost the battle and suffered much financial and territorial loss. This was Anandapala's last stand against Sultan Mahmud of Ghazni.

R.C Majumdar (D.V. Poddar Commemoration Volume, Poona 1950, p.351)

ترجمہ: محمود اور آنند پال کے درمیان چچ کی لڑائی کے دوران، یہ کہا جاتا ہے کہ تیس ہزار گکھڑ کی جماعت شاہی فوج کے شانہ بشانہ لڑی اور غزنویوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ اتنا بڑا نقصان پہنچانے کے باوجود انند پال یہ جنگ ہار گیا، اور بہت بڑا مالی اور زمینی نقصان اٹھانا پڑا، اور یہ انند پال کا غزنوی کے خلاف آخری حملہ تھا۔

اتنا سب ہونے کے باوجود محمود غزنوی نے ابھی تک کسی مندر کو نشانہ نہیں بنایا تھا۔ جس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مندروں پر حملہ کرنے کے ارادے سے نہیں آیا تھا، بلکہ ان راجاؤں نے بار بار اس پر حملے کیے اور مسلسل ان کے دشمن یعنی قرامطہ کے ساتھ ان کے خلاف ساز باز کیا، جس کے نتیجہ میں نہ صرف مذکورہ جنگیں معرض وجود میں آئیں، بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت سی چھوٹی بڑی جنگیں ہوئیں۔

آخر میں جب اسے پتہ چلا کہ ہندو راجاؤں، پنڈتوں اور قرامطہ نے مل کر سومناتھ میں ایک بہت بڑی فوج جمع کی ہے، تا کہ محمود غزنوی کو سبق سکھایا جائے، تب محمود غزنوی 1025 میں ایک بڑا لشکر جرار لے سومناتھ کی طرف پیش قدمی کیا۔ اس جنگ میں محمود کو سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، کیوں کہ پنڈتوں اور ہندو راجاؤں نے اس جنگ کو مکمل طور پر مذہب کے پیرایہ میں ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا تھا، جس کی وجہ سے نہ صرف سپاہی، بلکہ عام آدمی بھی کثیر تعداد میں اس جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد محمود غزنوی فاتح کی شکل میں پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔

یہ تمام شواہد اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ نہ تو محمود غزنوی نے مندروں کو توڑنے کی غرض سے حملہ کیا تھا، نہ ہندو دھرم کو مٹانے کے لیے، اور نہ ہی مال و دولت کے حصول کی خاطر، بلکہ اسے خود ہندو راجاؤں نے مجبور کیا تھا۔ محمود نے جتنے حملے کیے، وہ سب اپنے ملک کے دفاع میں کیے۔ اسلامی تعلیمات یہی ہیں کہ جنگ کے وقت بھی کسی مذہبی عمارت کو نہ توڑا جائے۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور کمزوروں پر ظلم نہ کیا جائے، پھر اسی اسلام کے ماننے والے ایسا کام کیوں کر کر سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دوسری قسط میں اسلامی احکام تحریر کیے جائیں گے۔

مذکورہ بالا شواہد نے اسے ثابت کر دیا کہ محمود غزنوی سے متعلق غلط بیانی کی جاتی ہے۔ اب ایسی صورت میں یہی کہا جا سکتا ہے:

محتسب ان کے قلم ان کا عدالت ان کی　　بے گناہی کی سزا کچھ بھی وہ دے سکتے ہیں

(متین امروہی)

آسٹریا کے کورٹ کا فیصلہ

آزادی رائے کے نام پر توہین نبوی جرم ہے

از: مولانا محمد ہاشم رضا قادری امجدی (جامعہ امجدیہ رضویہ: گھوسی) فون: 8601616516 91+

ابھی کل ہی کی بات لگتی ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے آپ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ ایک جاں نثار تلوار کو میان سے باہر نکال لیتا ہے اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اٹھنے والی اس انگلی کا رخ یہ کہہ کر موڑ دیتا ہے کہ آئندہ خیال رکھنا، ورنہ گردن ماردی جائے گی، اور آج المیہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ دین سے تعلق رکھتا ہو، یا بے دین ہو، اس عظیم ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہا ہے کہ جس کے خُلق کو حق نے عظیم کہا، جس کے خَلق کو حق نے جمیل کیا، اپنے تو اپنے پرائے بھی جس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

چناں چہ مائیکل ایچ ہارٹ Michael H. Hart جس کا تعلق ورجینیا Virginia سے ہے، اس نے تاریخ کے سو بااثر شخصیات پر ایک کتاب "The 100, a Ranking of the Most Influential Persons in History" لکھی جس میں اس نے تاریخ انسانیت کی سو بااثر شخصیات کا تذکرہ کیا اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی، لیکن قابل رشک بات یہ ہے کہ مذہباً نصرانی ہونے کے باوجود بھی اس نے سرِ فہرست جس عظیم ذات کو رکھا، وہ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

It is this unparalleled combination of secular and religious influence which I feel entitles Muhammad to be considered the most influential single figure in human history.

(محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سیکولر اور مذہبی اثر ورسوخ کا منفرد مجموعہ ہے جس ذات میں مجھے تنہا انسانیت کا احساس ہوتا ہے۔)

جب ڈنمارک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے Cartoon بنانے کی ناپاک سازش رچی گئی تو مسلمانوں نے پرزور اور پرامن احتجاج کر اس فتنہ کا قلعہ قمع کر اپنی محبت رسول کو دنیا کے سامنے پیش کیا کہ ہم اپنے اہل وعیال کی عزت وآبرو کا سودا تو قبول کر سکتے ہیں، لیکن جو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کے ساتھ ادنیٰ گستاخی بھی کرنے کی کوشش کرے گا تو ہم اس کی تاریخ کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے، مگر اس واقعہ کے بعد بھی دنیا بھر سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں طرح طرح سے سازشیں کر مسلمانوں کو اکسایا گیا

جب پاکستان میں سلمان تاثیر ایک مسلم مملکت کا گورنر ہوتے ہوئے بھی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شام میں گستاخی کرتا ہے تو اپنے ہی محافظ اور اپنی ہی حفاظتی بندوق کی گولیوں سے واصل جہنم ہو جاتا ہے، پھر اسلامی جمہوریہ پاکستان ممتاز حسین کو اس کے عشق رسول کا یہ صلہ دیتا ہے کہ اس کے اس اقدام کو جرم ٹھہرا کر اسے تختہ دار پر چڑھا دیتا ہے وہ بھی اس وقت کہ جب ساری دنیا کے مسلمان اس کے ساتھ کھڑے تھے۔ یہ ایک دو واقعات نہیں ایسے کئی معاملات ہوتے رہے، اور دنیا کے 57 اسلامی ممالک کے حکمران خاموش رہے اور ان کے سر

پرجوں تک نہ رینگی اور کچھ ملکوں نے آواز بلند کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کی یہ آواز دھمک پیدا نہ کرسکی۔

آسٹریا Austria جو یورپ کا ایک ملک ہے، جس کی مقیم ایک E.S. نامی خاتون (اس کے نام کو کورٹ نے واضح نہ کیا) نے اکتوبر و نومبر 2009 میں دو سیمینار بنام "Basic Information on Islam" منعقد کیا جس میں اس نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بات کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی ناموس تک اپنی بات کو طول دیا اور آپ علیہ السلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے تعلق سے لوگوں میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہوئے کہا:

One of the biggest problems we are facing today is that Muhammad is seen as the ideal man, the perfect human, the perfect Muslim. That means that the highest commandment for a male Muslim is to imitate Muhammad, to live his life. This does not happen according to our social standards and laws. Because he was a warlord, he had many women, to put it like this, and liked to do it with children. A 56 Year Old and a six year old. What do we call it, if it is not .... ? And according to our standards, he was not a perfect human. We have huge problems with that today, that Muslims get into conflict with democracy and our value system. *(Freedom of Expression or criminal blasphemy?).*

"آج ہمیں سب سے بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مثالی انسان، کامل انسان، کامل مسلمان کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرد مسلم کے لیے سب سے زیادہ کمانڈمنٹ Commandment محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقلید کرنا ہے، اس کی زندگی زندہ رہنے کے لیے ہے۔ یہ ہمارے سماجی معیار اور قوانین کے مطابق نہیں ہے، کیوں کہ وہ ایک جنگجو تھا، اس کی بہت سی خواتین تھیں جو اسی کے طرز عمل پر چلتی تھیں جن میں سے کچھ بچیاں تھیں، ایک 56 سالہ اور ایک چھ سالہ؟ اگر ہم اسے .... (یہ ایک گستاخانہ لفظ ہے جس کا ترجمہ میں نے نہیں لکھا، کیوں کہ اعلیٰ حضرت ایسا ہی کرتے تھے) نہیں کہتے ہیں تو کیا کہتے ہیں؟ اور ہمارے معیار کے مطابق، وہ ایک مکمل انسان نہیں تھا۔ آج ہمارے ساتھ بڑی دشواریاں ہیں کہ مسلمان جمہوریت اور ہمارے قدر نظام کے ساتھ تنازع میں ملوث ہیں"۔

Austria میں تقریباً چھ لاکھ آبادی مسلم کی ہے، جنہوں نے اس بیان کا پرزور احتجاج کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 15: فروری 2011 کو Vienna Regional Criminal Court نے یہ فیصلہ سنایا کہ ان بیانات کا یہ مطلب ہے کہ محمد نے ------- رجحانات حاصل کیے ہیں، اور مذہبی عقائد کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے سبب Mrs. E. S. کو سزا کے طور پر 480 یورو مع مقدمات کے خرچ کے چارج شیٹ لگائی۔ Mrs. E. S. نے سپریم کورٹ میں اپیل کی، لیکن ویانا Vienna عدالت نے دسمبر 2011 میں فیصلہ کی توثیق کردی، جس میں نچلے کورٹ کے نتائج کی تصدیق بھی شامل تھی اور کورٹ نے اس کو مجرم ٹھہرایا۔

اس کے بعد اس نے پھر سے کورٹ میں ایک اپیل داخل کی اور کہا Domestic Court کا فیصلہ اس کی Freedom of Expression آزادی رائے کے حق کے خلاف ہے اور ECtHR کے Article 10 کا سہارا لیا جس کے تحت ہے:

Everyone has the right to freedom of expression. This right shall include freedom to hold opinions and to receive and impact information and ideas without interference by public authority and regardless of frontiers.

ہرایک بندے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار آزادانہ طور پر کر سکے اور اپنی رائے سے لوگوں کو آگاہ کر سکے۔ اس میں کسی طرح کسی کی مداخلت شامل نہیں۔

کورٹ کے مطابق اس نے جو اپیل پیش کی اس میں تھا:

"Relying on Article 10 (freedom of expression), E.S. complained that the domestic courts failed to address the substance of the impugned statements in the light of her right to freedom of expression".

اللہ اکبر! خدا کا کرنا دیکھئے جس معاملہ کو وہ طول دے کر یہ سوچ رہی تھی کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں مزید گستاخی کر سکے گی، خود اس کا یہ وار اس پر بھاری پڑ گیا اور The European Court of Human Rights (ECtHR) نے اس کی اس اپیل کو کالعدم اور امن وامان کا خطرہ بتاتے ہوئے کہا کہ "توہین رسالت آزادئ اظہار رائے نہیں!" اور اس میں خاتون کے حقوق کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی ہے۔

The ECtHR also underlined that it classified the "Impugned" statements as an abusive attack on the Prophet of Islam, which was capable of stirring up prejudice and putting at risk religious peace.

یورپی یونین کے اس فیصلے سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ پڑی تھی اور ہر کسی نے اس فیصلہ کو سراہا کہ ایک غیر اسلامی مملکت نے ان کے دلوں کے جیت لیا اور پوری دنیا کے لیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کئے جانے کو آزادئ اظہار رائے خلاف نہ بتلا کر امت مسلمہ کو اس معاملہ میں عالمی قانون سازی کی طرف ابھارا، ابھی مسلمان اس خوشی کا جشن بھی نہ منا سکے تھے کہ 31 اکتوبر ۲۰۱۸ء کو مسلم جمہوریہ پاکستان نے گستاخ رسول آسیہ ملعونہ کو باعزت رہا کر کے اس خوشی پر گہن لگا دیا اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔

ایک طرف ایک غیر اسلامی ملک کا دوٹوک فیصلہ اور دوسری طرف ایک اسلامی ملک کا فیصلہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو باعزت رہا کرنا اور ساتھ ہی ساتھ اس کو سرکاری پروٹوکول فراہم کرنا، یہ کون سی محبت رسول کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ شاید حکومت پاکستان یہ بات بھول گئی کہ ممتاز قادری بھی ایک محافظ ہی تھا، لیکن وہ ناموس رسالت کا محافظ تھا اور اس نے اپنی پہرے داری کا حق بخوبی ادا کیا۔ آقا ہم شرمندہ ہیں، آپ کے دشمن زندہ ہیں۔

نا سمجھ مرتے ہیں زندگی کے لیے جینا مرنا ہے سب کچھ نبی کے لیے

دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں زندگی کی آخری سانس تک آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر لڑنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک اجمعین

تحفظ ناموس رسالت قسط چہارم

اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی

طارق انور مصباحی (کیرلا)

خلیل بجنوری نے ''انکشاف حق'' میں اسماعیل دہلوی کا معاملہ بڑے زور وشور سے اٹھایا ہے۔چوں کہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی پر فتویٰ کفر جاری کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔بجنوری نے اسی بات کو طول دیا اور یہ گمرہی پھیلانے کی کوشش کی کہ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اسماعیل دہلوی کے کفر میں سکوت اور کف لسان کرتے ہیں اور ان پر کوئی الزام نہیں تو میں بھی مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ کے کفر پر کف لسان کروں گا، مجھ پر بھی کوئی الزام عائد نہیں ہونا چاہئے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے عہد میں بھی یہ سوال ہوا تھا۔حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے ان سوالوں کے مفصل جواب کے طور پر ''الموت الاحمر'' تصنیف فرمائی۔یہ کتاب امام اہل سنت کی حیات میں ہی ۱۳۳۷ھ میں شائع ہوئی۔اس کتاب میں یہ توضیح رقم کی گئی ہے کہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر، تکفیر فقہی تھی اور امام اہل سنت مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر ہیں اور دہلوی کا کفر، کفر کلامی تک نہیں پہنچتا، اس لیے امام اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کو کافر کلامی نہ کہا، لیکن کافر فقہی تسلیم کیا ہے۔

اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی ماننے پر اعتراضات

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اسماعیل دہلوی (۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) پر حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) نے کفر کلامی کا فتویٰ دیا تھا اور اعلیٰ حضرت (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا فتویٰ دیا، اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو اس تکفیر کلامی کی خبر تواتر کے ساتھ نہ مل سکی، جس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسماعیل دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ کفر فقہی کا فتویٰ دیا، کیوں کہ دہلوی کی عبارتیں کفری معنی میں متعین نہیں ہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ فرمایا اور دہلوی کی خموشی یا تاویل سے عاجز ہو جانے کے سبب اس کی عبارتیں کفری معنی میں متعین ہو گئیں، اس لیے علامہ خیرآبادی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری فرمایا، اور دہلوی کی خموشی یا عاجزی کی خبر اعلیٰ حضرت کو تواتر کے ساتھ نہ مل سکی، اس لیے اعلیٰ حضرت نے دہلوی پر کفر کلامی کا فتویٰ نہ دیا، بلکہ دہلوی کو کافر فقہی کہا۔

جواب: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اسماعیل دہلوی پر علامہ خیرآبادی نے کفر کلامی کا فتویٰ دیا تھا تو متعدد اعتراض قائم ہوتے ہیں۔

اعتراض اول: کیا کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہو جانے کے بعد کسی کو اختلاف کا حق حاصل ہے؟

اعتراض دوم: کیا کفر کلامی میں ہر ایک محقق کو تفصیلی تحقیق کرنی ہے اور کسی دوسرے کی تحقیق سے استفادہ کرنا درست نہیں؟

اعتراض سوم: علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمہ کے عہد میں تھے۔ردوہابیہ ان کا مشغلہ تھا۔بدایوں اور دہلی قریب ہے۔کیا انہیں بھی دہلوی کی تکفیر کلامی کی خبر تواتر سے نہ مل سکی؟ انہوں نے کیوں دہلوی کی تکفیر کلامی نہ فرمائی؟

جواب اعتراض اول: کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں

جب کفر کلامی ثابت ہو چکا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجرم ایسا قطعی کافر ہے کہ اس کے مومن ہونے کا احتمال بلا دلیل بھی باقی نہیں۔اب کوئی اسے مومن کہتا ہے تو گویا کسی قطعی کافر کو مومن کہتا ہے۔اسی حقیقت کی تفہیم کے لیے کہا جاتا ہے۔''من شک فی کفرہ فقد کفر''۔کفر کلامی کا حکم اسی وقت جاری ہوتا ہے، جب تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہو جائیں اور قطعی بالمعنی الاخص میں عوام وخواص کسی کا اختلاف نہیں ہوتا ،اور قطعی بالمعنی الاعم میں علما کا اختلاف نہیں ہوتا۔کسی محقق کو کسی جہت محتملہ میں کوئی شبہہ ہے تو اصحاب علم سے دریافت کرے،جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکات کے خلاف حکم جہاد جاری فرمایا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا شبہہ پیش فرمایا اور شبہہ ختم ہونے کے بعد حکم صدیقی کو تسلیم فرمایا۔ذیل کی عبارت میں قطعی کی حیثیت پر غور کیا جائے۔

امام احمد رضا قادری نے فرض اعتقادی کے بارے میں تحریر فرمایا:{اَلْاَمْرُ الَّذِیْ اَذْعَنَ الْمُجْتَھِدُ طَلَبَہ جزمِیًّا وَحَتْمِیًّا–فان کان ذلک الاذعان فی درجۃ الیقین المعتبر فی اصول الدین–وعلٰی ذلک التقدیر لا تکون المسئلۃ الامجمعًا عَلَیْھَا بین ائمۃ الدین–لان ما فیہ خلافٌ وَلَوْ مَرْجُوْحًا لایَصِلُ الٰی دَرجۃ ھذا الیقین–فھو فرض اِعْتِقَادِیٌّ–وَمُنْکِرُہ کَافِرٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفُقَھَاءِ وَکَافِرٌ عند المتکلمین اذا کَانَتِ الْمَسْئَلَۃُ من ضروریات الدین–وَاِنَّمَا ھٰذَا اَحْوَطُ وَاَسَدُّ عند المحققین وَمُعَوَّلٌ وَمُعْتَمَدٌ عِنْدَ اَسَاتِذَتِنَا الْکِرَام}(فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۶ - رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: جب فرض اعتقادی میں ائمہ کرام کا اختلاف نہیں ہوتا تو ضروریات دین میں بھی یقینی طور پر اختلاف نہیں ہوگا ،کیوں کہ فرض اعتقادی اگر ضروریات دین میں سے نہ ہو تو وہ قطعی بالمعنی الاعم ہوگا ،اور ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتے ہیں۔قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق قطع ویقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے،اور اس کی جانب مخالف قطع ویقین کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔دونوں جانب میں خلاف کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال بعید بھی نہ ہو،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال بعید بھی نہ ہو،یہی قطعی بالمعنی الاخص ہے۔بلفظ دیگر قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق واجب الثبوت ہوتی ہے اور جانب مخالف محال ہوتی ہے،یا تو محال بالذات ہوگی ،یا محال بالغیر۔جب ایسا یقین پالیا جائے تو کسی اہل حق کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی ،اور اہل باطل کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا ،جیسا کہ مسلم الثبوت وشرح عقائد نسفی میں ہے کہ سوفسطائیہ،لاادریہ اور سمنیہ وغیرہ کے اختلاف کا اعتبار نہیں۔

قطعی بالمعنی الاعم وہ ہے جس میں جانبین سے احتمال قریب معدوم ہو،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال قریب نہ ہو،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال قریب نہ ہو،یہی قطعی بالمعنی الاعم ہے۔ائمہ مجتہدین کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہوتا ہے تو پھر قطعی بالمعنی الاخص میں کیسے اختلاف ہوسکتا ہے؟تکفیر کلامی اس وقت ہوتی ہے، جب جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہوجائیں۔

تکفیر کلامی سے متعلق غلط نظریات کے رد کے لیے چند توضیحات مرقومہ ذیل ہیں:

(ا) اگر کفر کلامی کا فتویٰ ہی غلط تھا ،مثلاً جہات محتملہ میں کوئی احتمال بالدلیل یا احتمال بلا دلیل موجود تھا اور مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری دیا تو یہ فتویٰ ہی غلط ہوا: (الف) اگر احتمال بلا دلیل تھا تو کفر فقہی ثابت ہوگا اور کفر فقہی کا حکم ثابت ہوگا یعنی توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح وغیرہ کا حکم۔اگر کفر کلامی ثابت ہوجاتا تو کفر کلامی کا حکم ثابت ہوتا،یعنی اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی۔اس کے سارے اعمال برباد ہو جاتے۔اگر حج فرض ادا کر چکا ہے تو دوبارہ ادا کرنا ہوتا (ب) اگر احتمال بالدلیل تھا تو جمہور فقہا کے یہاں بھی کفر نہیں۔اب عدم کفر کی صورت میں غور کرنا ہوگا کہ حرمت ،کراہت تحریمی وغیرہ ثابت ہے یا نہیں؟ عدم کفر کا مفہوم یہ نہیں کہ وہ کلام بالکل موافق شرع ہے۔

(۲) اگر مفتی نے اصول تکفیر کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا تو وہ فتویٰ بھی قابل رد ہوگا مثلاً شیخ اکبر پر ابن تیمیہ حرانی کا فتویٰ کفر کہ شیخ اکبر کی جانب کفریہ کلمات کی نسبت صحیح نہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی تحریروں میں تحریف ہوئی اور الحاق ہوا ہے۔ اسی طرح صوفیائے کرام کے کلام کی تحقیق اہل تصوف کی اصطلاحات کے مطابق ہوگی۔ انہیں کی مصطلحات کے اعتبار سے صوفیا کے کلام کے احکام بتائے جائیں گے۔

(۳) عقلی اعتبار سے بھی کفر کلامی میں اختلاف کا ممنوع ہونا ظاہر ہوتا ہے، مثلاً کسی مجرم پر معتمد مفتی نے کفر کلامی کا فتویٰ جاری فرمایا اور دیگر معاصر مفتیوں نے بھی تصدیق کی، اسی لیے بادشاہ اسلام نے ارتداد کے سبب اس مجرم کو قتل کر دیا۔ اب پچاس سال بعد کوئی مفتی یہ کہے کہ اس مجرم کے کفر کلامی کی خبر مجھے تواتر کے ساتھ نہ مل سکی، اس لیے وہ مجرم میری نظر میں کافر کلامی نہیں تو یہ بات ناقابل تسلیم ہوگی، جیسے ایک مریض مر گیا، ڈاکٹر نے چیک کر کے بتایا کہ یہ آدمی مر چکا ہے اور دیگر حاضر ڈاکٹروں نے بھی تصدیق کی، لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔ اب پچاس سال بعد کوئی کہے کہ مجھے اس کی موت کی یقینی خبر نہ مل سکی، اس لیے میری نظر میں وہ زندہ ہے تو کیا اس بات کو کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟

(۴) کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد کسی کو توقف، انکار یا شک کا حق حاصل نہیں۔ ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا یہی مفہوم ہے۔ ہاں، ارباب تحقیق کو اس کلام میں ثبوت کفر کے دلائل کی تحقیق وتفتیش کا حق حاصل ہوگا۔ اسی طرح اگر اس کفر کلامی پر علما کا اتفاق حاصل ہوگیا تو یہ امر مزید مؤکد ہوجاتا ہے۔ ماہنامہ ''پیغام شریعت'' (دہلی) شمارہ اپریل ۲۰۱۸ء میں امر تکفیر میں علمائے دین کے اجماع کی مفصل بحث مرقوم ہے۔ امام اہل سنت نے اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر علمائے حرمین طیبین کے اتفاق واجماع کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(الف) ''کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح واعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے، اور میرے یہاں کے کتب ورسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔ مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی، خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انہیں کے منہ پر پڑی، اور آج تک جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟ بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اور ان کا کفر کیوں کر دفع، کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے۔ ضرور ان کی مراد معنی کفر ہی تھے، اور وہ کافر۔ درمختار میں ہے: **''ثم لو نیتہ ذلک فمسلم و الا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه''**۔ (الطاری الداری ص ۸۳- حسنی پریس بریلی)

(ب) ''تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ویک روزی کا مصنف اسماعیل دہلوی ہے۔ اس پر صدہا وجوہ سے لزوم کفر ہے۔ دیکھو سبحان السبوح وکوکبہ شہابیہ ومتن وشرح الاستمداد۔ اور تحذیر الناس، نانوتوی وبراہین قاطعہ، گنگوہی، وحفظ الایمان، تھانوی میں قطعی یقینی اللہ ورسول کو گالیاں ہیں، اور ان کے مصنفین مرتدین، ان کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے۔ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''۔ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو کتاب مستطاب حسام الحرمین: واللہ اعلم''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ح ۲ ص ۳۱۴- رضا اکیڈمی ممبئی)

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی نے ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر پر ارباب حل وعقد کے اجماع کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

{فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفاتى على المذاهب الاربعة من اهل مكة المشرفة وسائر بلاد الاسلام -الذين جاؤا للحج وكانوا جالسين ومنتظرين لدخول البيت عاشر المحرم-وحكموا بكفرهم-وبانه يجب على امير مكة الخروج لديهم من الحرم-ويجب على المسلمين معاونته ومشاركته-فمن تخلف بلا عذر يكون اثمًا ومن قاتلهم يكون مجاهدًا-ومن قتل من ايديهم يكون شهيدًا-فاتفق الاجماع بلا خلاف علىٰ كلمة واحدة-

و کتب الفتوٰی و ختم بخواتیم کلھم}(سیف الجبار ص ۸۹،۹۰-استنبول: ترکی)

جواب اعتراض دوم: تکفیر کلامی میں ہر ایک کو تحقیق کی اجازت نہیں

امام احمد رضا قادری نے تحریر فرمایا: ''جاہل کو احکام شرع خصوصًا کفر واسلام میں جرأت سخت حرام، اشد حرام ہے۔کوئی ہو، کسے باشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۰۹-رضا اکیڈمی ممبئ)

امام غزالی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف متکلمین جاری کریں گے، اور فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے، اور چوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے، اس لیے تفہیم کے وقت فقہا کا ان دلیلوں کو سمجھنا یقینی ہے۔فرقہ بجنوریہ مسئلہ تکفیر میں امام غزالی کو اپنا آئیڈیل مانتا ہے، اس لیے امام غزالی قدس سرہ العزیز کی عبارتیں حوالہ میں نقل کی جاتی ہیں۔اگر کسی کو کفر کلامی یا ضروریات دین یا کوئی امر شرعی سمجھ میں نہ آئے تو (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون) کا حکم ہوگا۔انکار کا حق نہیں ہوگا: و اللّٰہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم

کیا فرقہ بجنوریہ نے ضروریات دین کی تحقیق کی ہے؟ بلا استدلال ان کو یقین کیسے حاصل ہوا؟ لامحالہ اہل تحقیق پر اعتماد کرکے ان لوگوں نے بلا تحقیق یقین کرلیا ہے۔فرقہ بجنوریہ، ضروریات دین کو محض شمار کرکے بتادے۔کیا کسی بجنوری کو اتنی قوت ہے؟

امر تکفیر میں خالص فقہا کو کلام کی اجازت نہیں

قال الغزالی:﴿فاذا فَھِمْتَ اَنَّ النَّظَرَ فی التکفیر موقوفٌ علٰی جمیع ھذہ المقالات التی لایَسْتَقِلُّ بِاٰحَادِھَا الا المبرزون–عَلِمْتَ اَنَّ الْمُبَادِرَ اِلٰی تَکْفِیْرِ مَنْ یُخَالِفُ الاشعریَّ اَوْ غَیْرَ ہ جاھلٌ مُجَازِفٌ–وَکَیْفَ یَسْتَقِلُّ الْفَقِیْہُ بمجرد الفقہ بھٰذا الخطب العظیم–وَاَیُّ رُبْعٍ من اربا ع الفقہ یُصَادِفُ ھذہ العلوم–فاذا رَأَیْتَ الْفَقِیْہَ الذی بضاعتہ مجردُ الفقہ،یخوضُ فی التکفیر و التضلیل–فَاَعْرِضْ عنہ وَلَاتَشْتَغِلْ بہ قَلْبَکَ وَلِسَانَکَ–فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیْزَۃٌ فی الطبع–لَا یَصْبِرَ عَنْھَا الْجُھال–وَلِاَجَلِہ کَثُرَ الْخلافُ بین الناس وَلَوْسَکَتَ مَنْ لایَدْرِی–لَقَلَّ الْخِلَافُ بَیْنَ الْخَلْقِ﴾(فیصل التفرقۃ بین الاسلام و الزندقۃ ص ۷۴)

امر تکفیر میں فقہا کو متکلمین کی تقلید لازم

تکفیر کلامی میں جہات محتملہ کا قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری ہے، اس لیے اس کا سمجھنا آسان ہے۔بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوگا، کافر بدعتی کا نہیں۔اگر فقہا کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے کفریہ قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ متکلمین سے دریافت کرتے، اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہا عدم علم کے سبب اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

قال الغزالی:﴿فان قیل: فَلَوْ تَرَکَ بَعْضُ الفقھاء الاجماعَ بِخِلَافِ الْمُبْتَدِعِ الْمُکَفَّرِ اِذَا لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ بدعتہ تُوْجِبُ الْکُفْرَ–وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونہ–فَھَلْ یُعْذَرُ من حیث اَنَّ الفقھاء لایطلعون عَلٰی مَعْرِفَۃِ مَا یُکَفَّرُ بہ من التاویلات؟قلنا لِلْمَسْئَلَۃِ صُوْرَتَانِ.

(ا)اِحْدَاھُمَا اَنْ یَقُوْلَ الفقھاء: نحن لَا نَدْرِیْ اَنَّ بدعتہ توجب الکفرَ اَمْ لَا؟ففی ھذہ الصورۃ لا یُعْذَرُوْنَ فِیْہِ اِذْ یَلْزَمُھُمْ مُرَاجَعَۃُ علماء الاصول،ویجب علی العلماء تعریفُھم،فاذا اَفْتَوھُمْ بکُفْرِہ فعلیھم التقلید–فَاِنْ لَمْ یَقْنَعْھُمُ

التَّقليد–فَعَلَيْهِمُ السُّوَالُ عن الدليل،حَتّٰی اذا ذُكِرَ لهم د ليلُه،فَهِمُوْهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِيْلَهُ قَاطِعٌ،فَاِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ فَلَا يَكُوْنُ مَعْذُوْرًا،كَمَنْ لَايُدْرِكُ دَلِيْلَ صدق الرسول صلى الله عليه وسلم فانه لَاعُذْرَ مَعَ نَصْبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْاَدِلَّةَ الْقَاطِعَةَ.

(۲)الصورة الثانية اَنْ لَايكون بَلَغَتْهُ بِدْعَتُه وَعَقِيْدَتُه فَتَرَكَ الْاِجْمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعْذُوْرٌ فِيْ خَطَاِهٖ وَغَيْرُ مُوَاخَذٍ بِهٖ﴾(المستصفٰى من علم الاصول ج ۱ ص ۱۸۴)

جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کردیں تو فقہا کو تقلید لازم ہے۔عوام مسلمین کو امر تکفیر میں تحقیق وبحث کی اجازت نہیں۔جب کفر کلامی پر اجماع ہوجائے تو حکم کفر مزید مؤکد ہوجاتا ہے۔اگر ایک ہی متکلم نے کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری کیا،اور ابھی کفر کلامی کے فتویٰ پر اجماع نہیں ہوا تو بھی متکلم دیگر کو اختلاف کی اجازت نہیں۔اگر کفر کلامی کا وہ فتویٰ صحیح ہے تو آخر اختلاف کس بنیاد پر؟اگر بلا وجہ انکار کرتا ہے تو ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا حکم جاری ہوگا۔اگر کوئی شبہ واحتمال ہے تو اصل مفتی سے دریافت کرے۔اعتراض ہونے پر امام احمد رضا قادری نے بھی ''تمہید ایمان'' میں رفع احتمالات کی وضاحت فرمائی۔الحاصل دیگر متکلمین کو تحقیق کی اجازت ہے،لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی صورت میں اختلاف کا حق حاصل نہیں اور تحقیق کا فائدہ محض حقائق ودلائل کا ادراک ہے،جیسے فقہی امور میں مقلد کو اپنے امام مجتہد کے دلائل کے ادراک کا حق حاصل ہے،لیکن مقلد کو اپنے امام مجتہد سے اختلاف کا حق نہیں۔اسی طرح کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے تو کسی کو اختلاف کا حق نہیں۔

سوال:اگر کسی متکلم نے کسی پر کفر کلامی کا حکم جاری کیا تو دیگر متکلمین آنکھ بند کر کے تسلیم کرلیں یا تحقیق کا حق انہیں حاصل ہے؟

جواب: دیگر متکلمین کو تحقیق کا حق حاصل ہے،لیکن فتویٰ صحیح ہونے کی شکل میں انکار کا حق حاصل نہیں۔کوئی احتمال سمجھ میں آئے تو خود اسی مفتی سے سوال کرنا ہوگا،جس نے کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے،جیسے مانعین زکات سے حکم جہاد جاری کرنے پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا تھا۔مذکورہ مفتی نہ ہوں تو دیگر اہل علم سے دریافت کرے۔

بجنوری نے تحقیق کو انکار کا مرادف قرار دیا،اور جا بجا لکھا کہ ہر ایک کو تحقیق کا حق ہے،یعنی انکار کا حق ہے،حالاں کہ یہ نظریہ غلط ہے۔اگر دیگر متکلمین کو بلا سبب انکار کا حق حاصل ہوجائے تو ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا مفہوم ہی باطل ہوجائے گا۔

شریعت،عقل کے خلاف نہیں ہوسکتی۔اگر دیگر متکلمین کو حق انکار حاصل ہوجائے تو ایک ہی ملزم کسی کے یہاں قطعی کافر ہوگا اور کسی کے یہاں قطعی مومن ہوگا اور ایمان وکفر دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور مذکورہ صورت میں ایک ہی جگہ ایمان وکفر کا قطعی طور پر پایا جانا لازم آتا ہے،اور یہ اجتماع ضدین ہے،نیز باب اعتقادیات میں دو قول حق نہیں ہوسکتے،پس یقینی طور پر ایک باطل ہوگا۔ہاں،فقہ کے اجتہادی مسائل میں ایسے متضاد اقوال کو حق تسلیم کیا جاتا ہے،کیوں کہ وہ ظنی امور ہیں اور وہاں دونوں قول کو ظنی طور پر حق تسلیم کیا جاتا ہے۔

مسئلہ تکفیر عوام مسلمین کے لیے تحقیقی ہے یا تقلیدی؟

سوال: مسئلہ تکفیر عوام مسلمین کے لیے تحقیقی ہے یا تقلیدی؟کیا باب عقائد میں تقلید جائز ہے؟کیا عام مسلمانوں کو تحقیق کرنی ہے؟

جواب: باب عقائد کے تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ عقائد کا یقین حاصل ہوجائے،خواہ یہ یقین دلیل اجمالی سے حاصل ہو،یا دلیل تفصیلی سے،یا کسی اور ذریعہ سے یقین حاصل ہوجائے۔عام مسلمانوں کو اعتقادی امور میں دلیل اجمالی حاصل ہے۔وہ تفصیلی دلائل کو کما حقہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ماہنامہ ''پیغام شریعت'' شمارہ:مئی وجون ۲۰۱۸ء(ص۴۷تا۴۹)میں باب عقائد کے تحقیقی ہونے کی تفصیل مرقوم ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی نے تحریر فرمایا:''اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں،بلکہ جو بات ہو،یقین قطعی کے ساتھ ہو،خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو۔اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلالی کی حاجت نہیں۔ہاں،بعض فروع عقائد میں تقلید ہوسکتی ہے۔اسی بنا پر خود

اہل سنت میں دوگروہ ہیں۔ ماتریدیہ کہ امام علم الہدیٰ حضرت ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع ہوئے، اوراشاعرہ کہ حضرت امام شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں اہل سنت ہی کی ہیں اوردونوں حق پر ہیں۔ آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے۔ان کا اختلاف حنفی، شافعی کا ساہے کہ دونوں اہل حق ہیں۔کوئی کسی کی تضلیل وتفسیق نہیں کرسکتا''۔(بہارشریعت حصہ اول ص ۵۳)

مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا مفہوم کیا ہے؟

خلیل بجنوری نے جابجالکھا کہ مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، بلکہ تحقیقی ہے۔ تحقیقی ہونے کا یہ مفہوم بتایا کہ کسی پر کفر کا فتویٰ عائد ہوتو ہر ایک مفتی کو ذاتی تحقیق کی بنیاد پر ہی اسے کافر کہنے کا حکم ہے، حالاں کہ یہ مفہوم اس کا خودساختہ ہے۔ جب ہر کوئی فتویٰ تکفیر جاری کرنے کا اہل ہی نہیں ،جیسا کہ بجنوری نے بھی لکھا ہے تو ہر ایک کو تحقیق کا حکم کیوں کر ہوگا؟ مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ ہر کوئی تحقیق کرے، بلکہ تحقیقی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جو عالم فتویٰ کفر جاری کرنے کا اہل ہے، وہ شرعی اصول وقوانین کو موجودہ کفریہ کلام پر منطبق کرے، پھر اگر اس قسم کی جزئیات یا اس کے نظائر موجود ہیں تو ان پر غور وفکر کرے، جہات محتملہ کی تحقیق کرے کہ وہ یقینی درجہ میں ہیں یا محض ظنی ہیں؟ تمام شرائط کی تکمیل وتحقیق کے بعد فتویٰ کفر جاری کرے۔ غیر اہل کو تحقیق کی اجازت نہیں ہے، بلکہ علمائے اہل تحقیق کے فیصلے کو تسلیم کرنا اسے لازم ہے۔

خلیل بجنوری نے مسئلہ تکفیر کے تحقیقی ہونے کی غلط تشریح کی ہے،اور مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کیا۔ فیصلہ کن امور درج ذیل ہیں۔

(۱) کافر کلامی کو کافر کلامی ماننا ضروریات دین میں سے ہے،اور ضروریات دین میں توقف جائز نہیں،خواہ ضروریات دین کا علم دلیل اجمالی سے ہو، یا دلیل تفصیلی سے،اس لیے کافر کلامی کے کفر سے انکار کی کوئی صورت نہیں۔(پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء:ص ۴۹ تا ۵۱)

(۲) کسی کے کفر کلامی پر ارباب حل وعقد کے اجماع سے حکم کفر مزید مؤکد ہوجاتا ہے۔اشخاص اربعہ کے کفر پر اجماع ہو چکا ہے۔ اب اشخاص اربعہ کو مومن قرار دینے کے لیے توبہ کا ثبوت چاہئے، جو نادر ہے۔(پیغام شریعت: اپریل ۲۰۱۸ء:ص ۴۶ تا ۵۰)

(۳) کسی مفتی کو کسی جہت میں احتمال نظر آئے تو اس احتمال کی توضیح دریافت کرے، جیسا کہ مانعین زکات سے جہاد کے جواز پر شبہ ہوا تو حضرت فاروق اعظم نے حضرت صدیق اکبر سے دریافت فرمایا تھا۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)(پیغام شریعت: اپریل ۲۰۱۸ء ص ۴۸)

(۴) من شک فی کفرہ فقد کفر متفق علیہ کلیہ ہے کہ کفر کلامی کا صحیح فتویٰ جاری ہونے کے بعد اختلاف کی گنجائش نہیں۔

(پیغام شریعت: اپریل ۲۰۱۸ء:ص ۵۰، پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء:ص ۴۴ تا ۴۷)

(۵) جو کسی سبب سے باب تکفیر میں تحقیق نہ کر سکے، وہ سائل کی منزل میں ہوگا اور ''فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون'' کا حکم جاری ہوگا۔عدم تحقیق کے سبب انکار کا حق نہیں ہوگا۔ مفتیان اسلام کے فتویٰ پر اسے عمل کرنا ہوگا۔(پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء:ص ۴۵، ۴۶)

(۶) تحقیق کے سبب جس کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو، جیسے بجنوی اور اس کے امثال ونظائر، ایسے لوگوں کو اس باب میں تحقیق کی اجازت نہیں ہوگی، باب عقائد کے مشکل مسائل میں ہر ایک کو غور وفکر اور تحقیق کی اجازت نہیں۔(پیغام شریعت: مئی وجون ۲۰۱۸ء:ص ۴۹)

(۷) منکر ضروریات دین کو کافر ماننا اور شخصی طور پر کسی منکر ضروری کو کافر نہ ماننا اجمال کا اقرار، تفصیل کا انکار ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔

(البرکات النبویہ فی الاحکام الشرعیہ: رسالہ دوم)

سوال: کیا کفر فقہی پر بھی اجماع ہوتا ہے؟ اگر کفر فقہی پر اجماع کے بعد کوئی اس کفر فقہی کا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب: کفر فقہی میں متکلمین کا لفظی اختلاف ہوتا ہے، وہ کفر فقہی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر کفر فقہی پر تعبیری اختلاف کے ساتھ اجماع ہو گیا تو اس کا منکر فقہا کے یہاں کافر فقہی ہوگا اور متکلمین کے یہاں ضال وبدعتی ہوگا، جیسے اسماعیل دہلوی کے کفر فقہی پر تعبیری اختلاف کے ساتھ اجماع ہے۔ اسی طرح ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر پر تعبیری اختلاف کے ساتھ فقہا ومتکلمین کا اجماع ہے۔نجدی ودہلوی

دونوں بحکم فقہا کافر اور بحکم متکلمین گمراہ ہیں۔اب کسی کو دہلوی ونجدی کے کفر فقہی کا انکار کا حق نہیں۔واضح رہے کہ مسئلہ تکفیر میں اجماع محض تائید وتقویت کے لیے ہے، ورنہ اگر ایک ہی مفتی نے کفر کلامی یا کفر فقہی کا صحیح فتویٰ دیا تو کفر کلامی کا منکر کافر کلامی اور کفر فقہی کا منکر کافر فقہی ہے۔کفر فقہی لزومی کی بعض صورتیں متکلمین کے یہاں قابل قبول نہیں۔اس کی تفصیلی بحث ((البرکات)) میں مرقوم ہے۔

ضروریات اہل سنت (قطعی بالمعنی الاعم امور) کے انکار پر بہت سے فقہا کفر کا حکم لگاتے ہیں،اسی کفر فقہی کو متکلمین ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ضروریات اہل سنت کے انکار کے علاوہ بھی فقہا کے یہاں لزوم کفر کے سبب کفر فقہی کا حکم نافذ کیا جاتا ہے۔یہ کفر فقہی لزومی ہے۔کفر فقہی لزومی کو بھی کفر فقہی کہا جاتا ہے۔کفر فقہی لزومی کی بہت سی صورتیں متکلمین کی بحث سے خارج ہیں۔فقہ کی کتابوں میں کفر کلامی، کفر فقہی اور کفر فقہی لزومی کی بحث مخلوط ہوتی ہے۔فرق وتمیز کے لیے اصول وقواعد سے واقف ہونا لازم ہے۔

سوال: کسی مفتی کے فتویٰ تکفیر سے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ کفر کلامی کا فتویٰ ہے، یا کفر فقہی کا؟

جواب: فتویٰ کفر میں عام طور پر یہ صراحت نہیں کی جاتی ہے کہ یہ کفر کلامی کا فتویٰ ہے، یا کفر فقہی کا۔کفر فقہی یا کفر کلامی کے تعین کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کفر کلامی کا فتویٰ ہے، ورنہ وہ کفر فقہی کا فتویٰ ہوگا۔دہلوی کی تکفیر میں تمام جہات محتملہ قطعی بالمعنی الاخص نہیں، بلکہ دہلوی کی عبارتوں میں احتمالات ضعیفہ موجود ہیں،اس لیے وہ فتویٰ کفر فقہی کا ہے۔

جواب اعتراض سوم: علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ مذہب متکلمین پر تھے

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء) مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر تھے،اسی لیے انہوں نے اسماعیل دہلوی کو خود کافر نہیں کہا، بلکہ گمراہ، اہل سنت سے خارج وغیرہ الفاظ استعمال فرمائے،اورانہوں نے علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کے فتویٰ کفر کو اپنی متعدد تصانیف میں نقل فرمایا۔خود اپنی زبان سے اسماعیل دہلوی کو کہیں کافر نہیں فرمایا۔وہ علامہ خیرآبادی کے ہم عمر بھی تھے۔

فتویٰ کفر ۱۸: رمضان ۱۲۴۰ھ مطابق ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو جاری کیا گیا۔قریباً سینتالیس (۴۷) بعد ۱۸۷۲ء میں علامہ بدایونی کی وفات ہوئی۔اسماعیل دہلوی کے خلاف جس طرح علامہ خیرآبادی میدان میں تھے،اسی طرح علامہ خیرآبادی کے عہد میں اور علامہ خیرآبادی کے جزیرہ انڈمان جانے کے بعد اوران کی وفات کے بعد علامہ بدایونی میدان میں براجمان رہے، بلکہ اس عہد میں سرخیل جماعت وروح رواں تھے۔

علامہ خیرآبادی اور علامہ بدایونی کے مابین اچھے روابط بھی تھے۔علامہ خیرآبادی بدایوں بھی تشریف لائے اور خاص علامہ بدایونی کے مدرسہ قادریہ میں قیام پذیر بھی ہوئے۔علامہ بدایونی کی کتاب ''المعتقد المنتقد'' پر علامہ خیرآبادی کی تقریظ بھی ہے۔یہ کتاب ۱۲۷۰ھ میں تالیف ہوئی۔اس میں علامہ خیرآبادی کی تردید وہابیہ کا ذکر ہے۔دہلی اور بدایوں میں بہت زیادہ فاصلہ بھی نہیں۔ان کے علاوہ بہت سے قرائن ہیں،جن کی موجودگی میں یہ کہنا کہ علامہ فضل رسول بدایونی کو تکفیر دہلوی کی خبر نہ ہوئی، یا تکفیر کی خبر متواتر نہ ہوئی،ایک غلط دعویٰ ہوگا۔حق یہ ہے کہ علامہ بدایونی مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے۔علامہ فضل رسول بدایونی سے متعلق امام اہل سنت نے تحریر فرمایا:

{فیہ تکفیر الکرامیۃ وھو مسلک الفقہاء-اما جمھور المتکلمین فَیَاْبُوْنَ الْاِکْفَارَ اِلَّا بِاِنْکَارِ شَیْءٍ من ضروریات الدین-وھو الاحوط الماخوذ المعتمد عندنا وعند المصنف العلام تبعًا لِلْمُحَقِّقِیْنَ}(المعتمد المستند ص ۳۸)

سوال: مسئلہ تکفیر میں فقہا و متکلمین کا اختلاف لفظی ہے، یا حقیقی اختلاف ہے؟

جواب: مسئلہ تکفیر میں فقہا و متکلمین کا اختلاف لفظی ہے۔فقہا ان امور کو کفر کہتے ہیں اور قائل وفاعل کو کافر کہتے ہیں۔متکلمین ان امور کو ضلالت کہتے ہیں اور قائل وفاعل کو ضال کہتے ہیں۔ہاں، کفر لزومی فقہی کی بہت سی صورتیں متکلمین کی بحث سے خارج ہیں۔

سوال: کیا کافرفقہی کے لیے بھی ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا قانون استعمال کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ہاں، کفرفقہی میں بھی یہ قانون جاری ہوسکتا ہے۔اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس مجرم کو کافرفقہی نہ تسلیم کرے، بلکہ اسے مومن کامل تسلیم کرے، وہ بھی اسی کی طرح کافرفقہی ہے۔کفرکلامی کے وقت اس قانون کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو اس کے کفرکلامی میں شک کرے، وہ اسی کی طرح کافرکلامی ہے۔متکلمین بھی کافرفقہی کو کافرفقہی مانتے ہیں،لیکن مطلقاً کافر کا لفظ اس کے لیے استعمال نہیں کرتے ، بلکہ اسے گمراہ کہتے ہیں، یا کہتے ہیں کہ وہ بحکم فقہا کافر ہے۔اگروہ بلاکسی قید کے مطلقا کافرکہہ دیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ شاید یہ مجرم، متکلمین کے یہاں بھی کافر ہے،اسی لیے وہ علی الاطلاق بلاکسی قید کے کافرفقہی کو کافرنہیں کہتے۔اس وضاحت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ کفرفقہی میں ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کے استعمال سے متکلمین پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا، کیوں کہ متکلمین اس کفرفقہی کو تسلیم کرتے ہیں،صرف تعبیر میں فرق ہے۔

امام اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کو الکوکبۃ الشہابیہ اورسل السیوف الہندیہ میں متعدد وجوہ سے کافرفقہی تسلیم کیا اور پھر اخیر میں کافر کلامی ہونے سے انکار بھی فرمایا۔تمہید ایمان میں بھی کافرکلامی ہونے کا انکار کیا، کیوں کہ وہ کافرکلامی نہیں تھا۔الموت الاحمر میں تفصیلات مرقوم ہیں۔حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی پر کفرفقہی کا فتویٰ دیا تھا۔متکلمین ایسے کافرفقہی کو ضال وگمراہ کہتے ہیں۔

سوال: کیا حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی سے کبھی مناظرہ فرمایا تھا؟

جواب: کوئی ایسی روایت نہیں ملتی کہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ فرمایا تھا۔جامع مسجد کے مناظرہ میں علامہ موجود نہیں تھے، نیز اس مناظرہ میں دہلوی شروع سے خاموش تھا، پھر درمیان مباحثہ بھاگ نکلا،علمائے اہل سنت کی جانب سے علامہ رشید الدین خاں علیہ الرحمہ بحث فرمارہے تھے اور دہلوی کی جانب سے عبد الحی بڈھانوی۔وہ مباحثہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں سے متعلق نہیں تھا، بلکہ دہلوی وبڈھانوی معمولات اہل سنت وجماعت کو شرک وبدعت کا نام دیتے تھے،اس لیے چودہ سوالات علمائے اہل سنت کی مشاورت سے تیار کیے گئے۔علامہ فضل حق خیرآبادی بھی اس مشاورت میں شریک تھے۔ان سوالات پر علمائے اہل سنت کے دستخط ہوئے ، پھرانہیں سوالات پر عبد الحی بڈھانوی سے مباحثہ ہوا،اس نے بھی آخر کار دستخط کردیا۔اس کی تفصیل البرکات: رسالہ دہم میں موجود ہے۔

اگر یہ مباحثہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں سے متعلق ہوتا تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ دہلوی کی خموشی اس بات پر دلیل تھی کہ وہ اپنی کفریہ عبارتوں کی تاویل نہیں کرسکا۔اس وقت تقویۃ الایمان کے شائع نہیں ہوئی تھی۔۱۵:محرم الحرام ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان کی تصنیف مکمل ہوئی۔اسی سال تین ماہ بعد ۲۹: ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کو دہلی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا۔روایتوں کے مطابق تقویۃ الایمان ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں شائع ہوئی۔

کسی سائل نے شفاعت سے متعلق تقویۃ الایمان کی عبارت نقل کرکے حضرت علامہ خیرآبادی سے سوال کیا۔علامہ خیرآبادی نے اولاً اس بحث کی ایک خاص عبارت پر ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' کے نام سے چند سوال لکھے۔اسماعیل دہلوی نے جامع مسجد دہلی میں بیٹھ کر ایک ہی دن میں اس کا جواب لکھا،اس لیے اس جواب کا نام ''یک روزی'' ہوا۔علامہ خیرآبادی کو تقویۃ الایمان کی یہ عبارت دہلی جامع مسجد کے مناظرہ کے بعد حاصل ہوئی۔اگر مناظرہ سے قبل اس عبارت پر اطلاع ہوتی تو مناظرہ میں اس پر بھی بحث ہوتی۔اس قدر اہم مسئلہ سے چشم پوشی نہیں کی جاتی۔مناظرہ کے بعد گرچہ دہلوی اور بڈھانوی کچھ نرم ہوگئے تھے،لیکن رسالہ یک روزی سے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ لوگ اپنی گمرہی سے باز آنے والے نہیں۔اس کے بعد علامہ خیرآبادی نہیں سائل کے سوال کے جواب میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' تحریر فرمائی۔تحقیق الفتویٰ میں شفاعت سے متعلق تقویۃ الایمان اور رسالہ یک روزی، دونوں کا رد بلیغ فرمایا،اورحکم شرعی جاری فرمایا۔

سوال: اگر مجلس مناظرہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر گفتگو نہ ہوئی تھی،تو کیا تحقیق الفتویٰ کی اشاعت کے بعد دہلوی کی خموشی کو اس پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس کے پاس اپنے اقوال باطلہ کی تاویل قریب یا تاویل بعید نہیں تھی ، اسی لیے وہ خاموش رہا،اوراس خموشی کے

سبب اس کے متردد وغیر متعین اقوال، کفری معنی میں متعین ہوگئے۔ اگر کوئی تاویل ہوتی تو اپنے کو کفر سے بچانے کے واسطے ضرور پیش کرتا؟

جواب: فقہا بعض صورتوں میں قرینہ کے سبب سکوت کو بیان کے درجہ میں تسلیم کرتے ہیں، لیکن متکلمین کے یہاں سکوت وخموشی بیان قطعی کی منزل میں نہیں، کیوں کہ سکوت سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر اقرار، انکار یا کوئی امر ثابت نہیں ہوتا، بلکہ سکوت میں متعدد امور کا احتمال رہتا ہے۔ یہاں ممکن ہے کہ دہلوی نے تاویل اور قیل وقال کونقصان دہ سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی ہو، کیوں کہ وہ جہاد کو جانے والا تھا۔ بحث ومباحثہ کے سبب لوگوں کے مزید ناراض ہوجانے کا خطرہ محسوس کیا ہو۔ فتویٰ کفر عائد ہونے کے بعد اسے زیادہ موقع بھی نہ مل سکا۔ ۱۸؍ رمضان ۱۲۴۰ھ کو دہلوی کے خلاف حکم کفر جاری کیا گیا، اسی سال وہ حج کو گیا۔ اس زمانہ میں پانی جہاز سے حج کا سفر ہوتا تھا، لوگ کئی ماہ قبل سفر حج کے لیے روانہ ہوتے۔ فتویٰ کفر عائد ہونے کے وقت وہ دہلی میں تھا، یا حج کو روانہ ہو چکا تھا، اس کی تحقیق نہیں ہوسکی۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں جہاد کے لیے نکل گیا، حج سے واپسی کے بعد وہ جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

سوال: علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا کہ علامہ خیرآبادی نے اسماعیل دہلوی کے روبرو کفر کا فتویٰ جاری فرمایا؟ اور دہلوی نے کچھ جواب نہیں دیا؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ خیرآبادی نے آمنے سامنے دہلوی کو کافر کہا اور وہ کوئی تاویل نہ کرسکا؟

جواب: علامہ خیرآبادی اور اسماعیل دہلوی کے مابین تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر کبھی آمنے سامنے بحث نہیں ہوئی، بلکہ ایک تحریری مباحثہ ہوا۔ علامہ خیرآبادی نے ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' تحریر فرمائی۔ اسماعیل دہلوی نے اس کا جواب ''رسالہ یک روزی'' کی شکل میں دیا۔ یہاں ''روبرو'' سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ دہلوی کی زندگی میں اسی شہر دہلی میں علامہ خیرآبادی نے دہلوی پر فتویٰ کفر جاری فرمایا۔ علامہ خیرآبادی نے ''تحقیق الفتویٰ'' سے قبل دہلوی پر زبانی فتویٰ کفر جاری نہیں فرمایا تھا، پھر روبرو کا حقیقی معنی یعنی آمنے سامنے تکفیر کی کوئی صورت ہی نہیں۔ نیز ''روبرو'' کا ذکر الگ جملہ میں ہے، تکفیر کا ذکر مابعد جملہ میں ہے۔ پہلے اجمالی طور پر دو امر یعنی ردو ابطال اور تکفیر کا ذکر ہے، پھر تفصیلی طور پر تحقیق الفتویٰ اور حکم کفر کا ذکر ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ تحقیق الفتویٰ پر دستخط دہلوی کے روبرو نہیں ہوا۔

سوال: کیا رسالہ ''یک روزی'' سے اسماعیل دہلوی کی عبارت کا متعین فی الکفر ہونا ثابت ہوتا ہے؟

جواب: علامہ خیرآبادی نے ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' میں دہلوی کی درج ذیل عبارت پر بحث فرمائی تھی۔

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۴-سلفیہ بنارس)

عبارت مذکورہ بالا پر بحث فرماتے ہوئے علامہ خیرآبادی نے تحریر فرمایا تھا کہ اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے، اور رب تعالیٰ کے کذب کا امکان ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی بنا کر بھیجا۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی آپ کے مثل ہو تو وہ نبی ہوگا، پھر خاتم النبیین کی آیت کریمہ کا خلاف واقع ہونا ثابت ہوگا۔ دہلوی نے رسالہ یک روزی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کا محض امکان عقلی اور کذب باری تعالیٰ کا محض امکان عقلی ثابت کیا۔ ان دونوں امر میں محض امکان عقلی تسلیم کرنا کفر فقہی ہے، اور مذکورہ دونوں امر میں امکان وقوعی تسلیم کرنا کفر کلامی ہے۔ نانوتوی نے تحذیر الناس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کا امکان وقوعی ثابت کر دیا، اور گنگوہی نے اپنے فتویٰ میں کذب باری تعالیٰ کا امکان وقوعی ثابت کر دیا، اس سبب سے ان دونوں پر کفر کلامی کا حکم جاری ہوا، اور دہلوی کفر کلامی سے بچ گیا۔

سوال: علامہ خیرآبادی کو تقویۃ الایمان کی وہ عبارت پیش کی گئی تھی، جو شفاعت سے متعلق ہے، کیا شفاعت کا انکار کفر کلامی نہیں؟

جواب: اسماعیل دہلوی نے شفاعت کا من کل الوجوہ انکار نہیں کیا، بلکہ شفاعت کی چند قسمیں بتائی، پھر بعض قسموں کا انکار کیا اور

بعض کو ثابت رکھا، گرچہ اس سے بھی اصل شفاعت کا انکار لازم آتا ہے، لیکن مطلق شفاعت کا انکار بطریق لزوم ثابت ہوتا ہے، بطریق التزام، اصل شفاعت کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ معتزلہ نے بھی شفاعت کی بعض صورتوں کا انکار کیا ہے، بلکہ دہلوی نے بھی انکار شفاعت میں معتزلہ کی پیروی کی ہے۔ متکلمین نے شفاعت کی بعض صورتوں کے انکار کے سبب معتزلہ کی تکفیر نہیں کی، کیوں کہ اصل شفاعت کا انکار معتزلہ نے نہیں کیا اور فقہا نے معتزلہ کی تکفیر کی، کیوں کہ معتزلہ نے اہل کبائر کے لیے شفاعت کا انکار کیا ہے، اور اہل کبائر کی شفاعت جن احادیث مقدسہ سے ثابت ہے، وہ احادیث مبارکہ متواتر معنوی ہیں، گرچہ وہ متواتر لفظی نہیں ہیں۔ متکلمین اسی وقت تکفیر کرتے ہیں، جب ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار بطریق التزام، یعنی مفسر طور پر پایا جائے۔ اہل کبائر کی شفاعت کا شمار ضروریات اہل سنت میں ہے۔ دہلوی سرزمین ہند کا اولین شقی القلب ہے، جس نے خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس میں بدگوئی اور بے ادبی کی ہے، لیکن یہ تنقیص و بے ادبی مفسر طور پر نہیں، اسی لیے دہلوی کی فقہی تکفیر ہوئی، اور متبعین نے مفسر طور پر بے ادبی کی تو کفر کلامی کا حکم عائد ہوا۔

سوال: بعض کتابوں میں ہے کہ اسماعیل دہلوی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زندگی ہی میں تقویۃ الایمان لکھی تھی؟

جواب: اگر شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے عہد میں بھی تقویۃ الایمان کالکھی گئی ہے تو یہ بات بالکل ثابت ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی زندگی میں اسماعیل دہلوی نے اس کا چرچا نہیں کیا، بلکہ ۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد دہلی کے مناظرہ سے قبل بھی تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر علمائے کرام کو اطلاع نہ تھی۔ اگر مناظرہ سے قبل اطلاع ہوتی تو اس مناظرہ میں تقویۃ الایمان کی عبارتوں پر بحث کی جاتی۔ مناظرہ ان امور سے متعلق تھا، جن کو اپنے وعظ میں اسماعیل دہلوی اور عبدالحی بڈھانوی بدعت کہا کرتے تھے۔ تقویۃ الایمان دراصل ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی تصنیف "کتاب التوحید" کا خلاصہ ہے۔ علامہ فضل رسول بدایونی نے تحریر فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کو کتاب التوحید مرادآباد میں ملی (سیف الجبار ص ۵۸، ۵۹-کانپور)۔ کتاب التوحید سے متاثر ہوکر ہی دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی ہے۔

حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مناظرۂ جامع مسجد سے کچھ ہی مہینے قبل یہ کتاب اسماعیل دہلوی کو دستیاب ہوئی تھی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے لکھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زندگی میں اسماعیل دہلوی کو کتاب التوحید بمبئی میں دستیاب ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اسماعیل دہلوی کو اس کتاب سے منع فرمایا۔ (انوار آفتاب صداقت ج اص ۵۱۶)، ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) نے لکھا کہ اسماعیل دہلوی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات کے بعد تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی (آزاد کی کہانی ص ۲۸-مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

۷: شوال ۱۲۳۹ھ کو شاہ عبدالعزیز دہلوی کی وفات ہوئی۔ ۱۵: محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان مکمل ہوئی۔ ۲۹: ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد کا مناظرہ ہوا۔ ۱۸: رمضان ۱۲۴۰ھ کو دہلوی پر حکم کفر جاری ہوا، اسی سال دہلوی حج کو گیا، واپسی پر جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں جہاد کو گیا۔

علامہ خیرآبادی نے تکفیر فقہی فرمائی ہے۔ علامہ ممدوح نے (تحقیق الفتویٰ) کے مقام رابع میں تحریر فرمایا کہ یہ فقہی احکام ہیں:

(۱) "المقام الرابع: درحکم اقتراف استخفاف بہ شان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات سائر انبیا علیہم السلام وحال مرتکب ایں جریمہ شنیعہ عند الفقہا وعلماء الشریعہ" (تحقیق الفتویٰ ص ۳۹۹-فارسی نسخہ)

(۲) "بعدازاں حال مستخف واستخفاف شرعاً ازروئے روایات فقہ گزارش باید، تادراذہان اوقع ومسترشدرا انفع باشد" (ایضاً)

شرعی احکام کا بیان مقام رابع میں ہے اور اخیر میں فتویٰ کا خلاصہ ہے اور یہ صراحت ہے کہ یہ فتویٰ کا خلاصہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

"چوں ہر مقام پیرایہ انجام واختتام یافت، حالا خلاصہ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید" (تحقیق الفتویٰ ص ۴۳۳-فارسی نسخہ)

امام اہل سنت نے تحریر فرمایا کہ متاخرین فقہائے احناف کفر فقہی کا فتویٰ جاری کرتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۲۴۲-لاہور)

متاخرین فقہا کے طریق کار سے بھی ظاہر کہ دہلوی کی تکفیر فقہی ہے، نیز دہلوی کی عبارتوں میں کفر لزومی ہے، التزامی نہیں۔ ☆☆

اشاریہ: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) سال: ۲۰۱۶ء

مولانا شفق فیضی (کلکتہ) مبائل: +919883481871

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: اپریل ۲۰۱۶ء

اداریہ: افق صحافت پر حق وصداقت کا آفتاب نو: مفتی فیضان المصطفےٰ قادری (امریکہ)

مشکل احادیث اور حل (قسط اول): مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج: یوپی)

شرعی مسائل: مفتی عالمگیر رضوی (جودھ پور: راجستھان)

رویت باری، دلائل وشواہد کی روشنی میں (قسط اول): مولانا سید محمد اکرام الحق قادری مصباحی (ممبئ)

توحید اور مقدس مقامات: مولانا محمد عبدالقادر رضوی (باسنی: ناگور)

گستاخ رسول کی سزا عہد رسالت میں: مولانا محمد اسلم رضا قادری (باسنی: ناگور)

قانون اہانت رسول عہد جدید میں: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

ہند میں آمد خواجہ کی بہار: محمد عطاء الرحمٰن نوری (مالیگاؤں: مہاراشٹر)

اظہار خیال:

ممتاز قادری کا سانحہ: محمد رضا فراز

خانہ بدوش بچے: مولانا محمد نعیم مصباحی (دہلی)

قوت ارادی نہیں تو کچھ بھی نہیں: مولانا صادق رضا مصباحی (ممبئ)

نسل نو اور منشیات: مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (انڈمان)

اچھے نام رکھیں اور اچھے نام سے پکاریں: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی (جمشید پور: جھارکھنڈ)

خطوط وتاثرات:

مفتی محمد قمر الحسن بستوی (امریکہ)، پروفیسر فاروق احمد صدیقی (مظفر پور)

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی (ممبئ)، مولانا محمد آفتاب عالم مصباحی (دہلی)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ مئی ۲۰۱۶ء

اداریہ: پیغام شریعت کے اجرا سے خوشیوں کی لہر: مفتی فیضان المصطفےٰ قادری (امریکہ)

سردار منافقین پر عنایات کی بارش کیوں؟ مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج: یوپی)

حبس شمس کے واقعات: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج: یوپی)

بلاٹکٹ سفر اور اسمگلنگ کرنا کیسا؟ مفتی محمد عالمگیر رضوی (جودھپور: راجستھان)

بزرگوں سے اولاد کی دعا کرنا کیسا؟ مفتی فضل احمد مصباحی (بنارس)

قرآن کریم اور خدمت خلق: مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری (جامعہ اشرفیہ مبارک پور)
واقعۂ معراج سائنس اور عقل کی روشنی میں: مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (انڈمان)
رویت باری تعالیٰ (قسط دوم): مولانا سید محمد اکرام الحق قادری (ممبئ)
دینی وعصری علوم میں تفریق کب ہوئی؟ مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)
علامہ غلام محمد شاہ یٰسین رشیدی قدس سرہ: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی (ممبئ)

خضر راہ:

مطالعہ کائنات کا تصور اسلام نے دیا: غلام مصطفٰے رضوی (مالیگاؤں)
جہیز کی خرابیاں اور ان کا علاج: مولانا محمد آفتاب عالم مصباحی (دہلی)
مدارس اسلامیہ اور ان کا معیار تنخواہ: مولانا محمد صلاح الدین رضوی (پوکھریرا: بہار)
ماہنامہ پیغام شریعت کا رسم اجرا: مولانا محمد آفتاب عالم مصباحی (دہلی)

خطوط و تاثرات:

حضرت قبلہ علامہ سید اویس مصطفٰے بلگرامی (خانقاہ واسطیہ بلگرام شریف)
علامہ ڈاکٹر غلام زرقانی (امریکہ)، ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی (کلکتہ)
حضرت مولانا سید امان میاں قادری برکاتی (علی گڑھ)، جناب غلام صمدانی (دہلی)
مولانا جاوید اختر مصباحی (جے این یو: دہلی)، مولانا محمد اکرام اشرف مصباحی (گجرات)
مولانا مجاہد رضا (جامعہ ملیہ اسلامیہ: دہلی)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ جون ۲۰۱۶ء

اداریہ: ماہ رمضان اور کتاب حکمت: ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی (کلکتہ)
فدیہ کے احکام: مفتی قمر الحسن بستوی (ہیوسٹن: امریکہ)
مشکل احادیث اور حل (قسط سوم): مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج: یوپی)
روزے کے ضروری احکام ومسائل: مفتی محمد عالمگیر رضوی (جودھ پور: راجستھان)
زکات کے ضروری مسائل: مفتی فضل احمد مصباحی (بنارس)
شرعی کونسل بریلی شریف کا فقہی سیمینار، رپورٹ: (ادارہ)
اخبارات واشتہارات میں مقدس کلمات (سوالات اور فیصلے): مفتیان کرام
افتادہ اراضی اور مسائل وقف (سوالات اور فیصلے): مفتیان کرام
نماز تراویح بیس رکعت یا آٹھ رکعت؟ مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)
زکاۃ کی اہمیت اور اس کا استعمال: مولانا محمد صلاح الدین رضوی (سیتامڑھی: بہار)
عہد رسالت میں سورج گہن کا واقعہ: مفتی فیضان المصطفٰے قادری (امریکہ)

خضر راہ:

سفرائے زکاۃ سے بدسلوکی، ایک المیہ:　مولانا سید اکرام الحق قادری (ممبئی)

بڑا آدمی کون؟　مولانا صادق رضا مصباحی (ممبئی)

خطوط وتاثرات:

مفتی عبدالحلیم رضوی (ناگپور: مہاراشٹر) ڈاکٹر عبدالحکیم ازہری (کالی کٹ: کیرلا)

مولانا مقبول احمد سالک مصباحی (دہلی)، مولانا محمد حنیف حبیبی مصباحی (اڑیسہ)، ڈاکٹر مولانا نیاز احمد مصباحی (دہلی)

مولانا زبیر عالم خاں مصباحی (جے این یو: دہلی) مولانا رئیس احمد عزیزی ادروی (ہبلی: کرناٹک)

وفیات واحوال: وفات حضرت شفیق ملت مارہروی (مارہرہ شریف) وفات حکیم سید محمد احمد قادری رضوی (سہارن پور)

<u>ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ جولائی ۲۰۱۶ء</u>

اداریہ: اسلامی مدارس میں آغاز تعلیم کا بہار: ڈکٹر ممتاز عالم رضوی (دہلی)

شہادت مطلوبہ وغیر مطلوبہ: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)

شرعی مسائل:　مفتی محمد عالمگیر رضوی مصباحی (جودھ پور)

شب قدر کا تعین اور اقوال ائمہ:　مولانا محمد علی قاضی (کرناٹک)

اللہ کا فضل اور انعام ہے عید سعید:　مولانا محمد ہاشم قادری صدیقی (جمشید پور)

سورج گہن اور چاند گہن:　مولانا فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)

حضرت مولانا جلال الدین رومی:　پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر

بنو ہاشم پر زکاۃ حرام کیوں؟　مولانا جاوید اختر قادری امجدی

علوم اسلامیہ اور علوم عصریہ کا امتزاج:　مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

خاندانی نظام حیات: روایت اور جدت:　غلام صمدانی (جے این یو دہلی)

امام اہل سنت کا دس نکاتی پروگرام:　مولانا قطب الدین رضا مصباحی

خضر راہ:

عمان اعلامیہ اکبر کے دین الٰہی کی ایک تمہید ہے: مولانا طارق انور مصباحی

آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے: زاہد حسین پاکستان- مترجم: مولانا نعیم مصباحی (دہلی)

عید کی مبارک بادیوں کا سلسلہ سنت ہے یا بدعت؟　عطاء الرحمٰن نوری مالیگاؤں

خطوط و تاثرات :

حضرت سید مہدی میاں (اجمیر شریف)، حضرت مولانا صوفی ظہیر عالم قادری چشتی (مرادآباد)

مولانا محمد فضل الرحمٰن امجدی (مہراج گنج)

، مولانا محمد عالم گیر نظامی، ڈاکٹر ابرار قادری (رائے پور)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: اگست ۲۰۱۶ء

اداریہ: جب حرم نبوی لرز اٹھا: مولانا فیضان المصطفیٰ قادری
درس حدیث: کیا اب بھی ہجرت جائز ہے: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)
منصب قضا غلط یا صحیح؟ مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)
شرعی مسائل: مفتی محمود اختر القادری (ممبئی)
حیات صدر الشریعہ: بحر العلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ
ایک نشست میں تین طلاق کی شرعی حیثیت: مفتی ازہار احمد امجدی (بستی)
عمان اعلامیہ ایک تنقیدی جائزہ: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)
اقامت بیٹھ کر سننے کی تحقیق: مولانا حسان المصطفیٰ امجدی (گھوسی)
موسم باراں اور آبی وسائل کا تحفظ: محمد آفتاب عالم مصباحی (دہلی)

خضر راہ:

دو لمحے اصحاب بدر کے جھرمٹ میں: غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں)
اہل مدرسہ سے دو باتیں: مولانا رکن الدین مصباحی (جے این یو دہلی)
اسکولی ترانہ اور آئین ہند: محمد حسین (ریسرچ سکالر جے این یو دہلی)
(وفیات) امجد صابری کا دردناک قتل: محمد آفتاب عالم مصباحی (دہلی)

خطوط وتاثرات:

مفتی محمد اسلم مصباحی: چیف قاضی ادارہ شرعیہ (کرناٹک)، مولانا محمد امجد رضا علیمی (دہلی)
مولانا محمد مدثر حسن بر مصباحی (نیپال)، محمد یونس عالم (جے این یو دہلی)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: ستمبر ۲۰۱۶ء

اداریہ: امریکی انتخابات اور عالم اسلام: مولانا فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)
درس حدیث: افضلیت ابراہیم علیہ السلام: مولانا کوثر امام سیوانی (مہراج گنج)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون ساحج کیا؟ مولانا کوثر امام سیوانی (مہراج گنج)
قربانی کے شرعی مسائل: مفتی فضل احمد مصباحی (بنارس)
ذبیح کون؟ مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (جزیرہ انڈمان)
ترکی کا تیر بے ہدف: مولانا وقار احمد (قطر)
فتنہ دین الٰہی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی: نورین علی حق (دہلی)
نصاب تعلیم کی تجدید کاری: اسباب وعلل: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)
حیات صدر الشریعہ: بحر العلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمۃ والرضوان

خضر راہ:

جدید اسلوب میں فکر رضا کی ترجمانی: مفتی شمشاد احمد مصباحی (گھوسی)

خلیل بجنوری کے نظریہ کی نئی شکل: مفتی شریف الرحمٰن رضوی (کرناٹک)

فروغ اہل سنت وصلاح وفلاح کی تجویز: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

خیرو خبر :

فتاویٰ رضویہ قدیم کی ترتیب جدید (امام احمد رضا اکیڈمی: بریلی شریف)، 70واں عرس امجدی (گھوسی)

<u>ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: اکتوبر ۲۰۱۶ء</u>

اداریہ: قادیانیت پر نظر کرم کیوں؟ ڈاکٹر غلام زرقانی قادری (امریکہ)

حدیث: افضل اعمال وگیسوئے رسول: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)

شرعی مسائل: مفتی عالمگیر مصباحی (جودھ پور)

معرکہ کربلا کے داخلی ثرات: مفتی قمر الحسن بستوی (امریکہ)

قبور کو مساجد بنانے کا مفہوم ومعنی: مولانا محمد عارف ازہری (کان پور)

انبیائے کرام علیہم السلام اور علوم عصریہ: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی: مولانا عبد الخبیر مصباحی (بستی)

صدر الشریعہ کی جرأت حق بیانی: بحر العلوم مفتی عبد المنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خضر راہ:

دینی علوم سے طلبا کی تساہلی: ترتیب سوالات: مولانا ازہار احمد ازہری (بستی)

اصحاب تحریر: مولانا عبد الرحمٰن مصباحی (گھوسی)، مولانا محمد رابع نورانی بدری، مفتی محمد توفیق احسن برکاتی (ممبئی)

مفتی محمد شریف الرحمٰن رضوی (کرناٹک)، مولانا ذوالفقار رضا نوری (بنگلور)

مودی حکومت: گائے اور لاقانونیت: مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (انڈمان)

خیر و خبر:

کچھوچھا کانفرنس میں وہابیوں کو غیر اہل سنت قرار دیا گیا۔ حسام الحرمین کی تصدیق جدید

ہاشم انصاری کی وفات۔ دہشت گردی کے سد باب میں تصوف کی معنویت

<u>ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: نومبر ۲۰۱۶ء</u>

اداریہ: مسلمانوں کے عائلی قوانین میں دخل اندازی غیر آئینی ہے: مفتی فیضان المصطفٰے قادری (امریکہ)

مشکل احادیث اوران کا حل: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)

شرعی مسائل: مفتی محمود اختر القادری (ممبئی)

ماہنامہ تحفہ حنفیہ اور تذکرۂ امام احمد رضا: ڈاکٹر امجد رضا امجد (پٹنہ)

مصالحت برائے اختلافات اکسیر اعظم: مولانا ازہار احمد امجدی ازہری (بستی)
انسانی فطرت پر اثر انداز عوامل: مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا)
شب خون پر سیاست: مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی (انڈمان)

علامہ شاہ تراب الحق علیہ الرحمہ کی وفات پر علمائے کرام کے تاثرات:
محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (گھوسی)، علامہ توصیف رضا خاں (بریلی شریف)
علامہ عبد المبین نعمانی (چریا کوٹ)، مفتی قمر الحسن بستوی (امریکہ)، مفتی محمد شمشاد احمد مصباحی (گھوسی)
حضرت مفتی محمد شعیب رضا علیہ الرحمہ (بریلی شریف)، ڈاکٹر غلام زرقانی قادری (امریکہ)
حضرت علامہ محمد ظہیر عالم قادری چشتی (مرادآباد)، علامہ محمد بابر رحمانی (امریکہ)
حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی (انگلینڈ)، علامہ شمس الحق مصباحی (ساؤتھ افریقہ)
غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں)، مولانا حافظ غلام سبحانی رشیدی (امریکہ) مولانا عبد الرب نوری (امریکہ)
مولانا طارق انور مصباحی (کیرلا) مولانا ازہار احمد ازہری (بستی)، مفتی کہف الوریٰ مصباحی (ناگ پور)
منظوم خراج عقیدت: علامہ محمد سلمان رضا فریدی مصباحی (مسقط)

تبصرہ بر کالم خضر راہ:
مولانا محمد کہف الوریٰ مصباحی (ناگ پور)

ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) شمارہ: دسمبر ۲۰۱۶ء

اداریہ: آفتاب رسالت کی جلوہ گری: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری (امریکہ)
مشکل احادیث اوران کا حل: مولانا کوثر امام قادری (مہراج گنج)
جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا کیسا ہے؟ مفتی ازہار احمد امجدی (بستی)
وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے: طارق انور مصباحی (کیرلا)
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی بشریت: مولانا حسان المصطفیٰ قادری (گھوسی)
حسن مصطفوی اور حسن یوسفی کے ممیّزات وخصائص: مولانا عبد الخبیر اشرفی مصباحی (بستی)
حجاز مقدس: ترکی خدمات اور نجدی مظالم کا جائزہ: غلام مصطفیٰ رضوی (مالیگاؤں)
ربیع الاول کا پیغام: حافظ محمد ہاشم قادری (جمشید پور)
قبل ہجرت مدینہ منورہ کی تاریخی حیثیت: مولانا عبد المبین مصباحی (گھوسی)

میلاد نبوی کی محفلیں کیسے منائی جائیں؟
جوابات: مولانا اقبال احمد علیمی (بستی)، مولانا محمد احتشام الحق مصباحی (بستی)

☆☆☆☆

R.N.I. NO. DELURD/201565657
Publishing Date : 20
Advance Month

Postal Registration DL (DG-11) 8085/2016-18
Total 56 Pages With Title Cover, Weight 95 grams
Posting Date : 20 & 22

Paigam E Shariat

Monthly

Vol: 05 Issue: 37 APRIL 2019

مکتبہ رضائے مصطفٰے دہلی

422 مٹیا محل جامع مسجد دہلی

علمائے اہل سنت کی تصنیفات کا اشاعتی ادارہ

تفصیلات کے لیے رابطہ کریں

منیجر حافظ محمد کمیل امجدی: فون نمبر 8090753792

ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کی عظیم پیش کش

مصنف اعظم نمبر

★ امام احمد رضا قدس سرہ کے ۳۲ دینی علوم کا علمی تعارف

رعایتی قیمت پر حاصل کریں:

نوٹ: کمپوزنگ، ہر قسم کی ڈیزائننگ اور عمدہ طباعت کے لیے رابطہ کریں

H.No 422 1st Floor Gali Matia mahal
Jama Masjid Delhi 110006

8617206314
8090753792

Owner, Publisher & Printer
Mohammad Qasim
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at: M/s A/a Printing Press
3636 Katra Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Publishing from: H.No. 422, 2nd Floor, Gali Sarotey Wali
Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006